

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# رُوئے زیبا ﷺ

## کی تا بانیاں

... تالیف ...

عبداللہ القیوم حقانی

محبوب دو عالم ﷺ کی زلفیں، اقسام و احکام، مانگ، تیل، گنگھی، سرے، لباس مسنون و اعتدال، لباس فقر و فاخرہ میں فرق، گذرانِ اوقات مجموعہ فقر و غنا اور روئے زیبا کے موضوع پر شامل ترمذی کے اڑتالیس (۴۸) احادیث کی مفصل توضیح و تشریح۔۔۔۔۔

القاسم ایڈمی • جامعہ الہمدیہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد - پاکستان





# رُومے زیبا ﷺ کی تاپائیاں

مولانا عبدالقیوم حقانی

محبوبِ دو عالم ﷺ کی زلفوں کا بیان، مقدار، اقسام، احکام، مانگ، نکالنے، تیل لگانے، کنگھی کرنے کے مسنون طریقے، خضاب کے جواز و عدم جواز کی صورتیں اور شرعی حکم، سرے کا معمول، اٹم کی فضیلت، برکات، لباس کے احکام و اقسام اور اعتدال، کفایت شعاری، آستین کی مقدار، حکمت، گریبان کا مسنون طریقہ، پاجامے، چادر اور تہ بند کا ذکر، لباس فقر و فاخرہ میں فرق، گذرانِ اوقات، مجموعہ فقر و غنا..... الغرض رومے زیبا سرورِ عالم ﷺ کے موضوع پر شمائل ترمذی کے اڑتالیس (۳۸) احادیث کی مفصل توضیح و تشریح.....

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

سرحد پاکستان ..... فون: (0923)630237 فیکس: 630094

2005-

# جملہ حقوق بحق ”القاسم اکیڈمی“ محفوظ ہیں

نام	:	روئے زیبا <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی تابانیاں
تصنیف	:	مولانا عبدالقیوم حقانی
ضخامت	:	156 صفحات
پروف ریڈنگ	:	استاذ العلماء مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ
کمپوزنگ	:	مولوی گل رحمن / مولوی مظہر علی اراکین القاسم اکیڈمی
تاریخ اشاعت	:	صفر المظفر ۱۴۲۶ھ / مارچ 2005ء
تعداد بار اول	:	1100
قیمت	:	99 روپے
ناشر	:	القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

## ملنے کے پتے

- صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر پارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد بسیلہ چوک کراچی ۷۴۸۰۰
- مولانا سید محمد حقانی مدرس جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ
- کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی
- مولانا خلیل الرحمن راشدی، جامعہ ابوہریرہ چنوں موم سیالکوٹ
- مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ  
 عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ  
 إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ  
 اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى  
 آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى  
 إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ  
 إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

## حدیثِ نظر

بتوں سے پھر گیا دل، اب ادھر دیکھا نہیں جاتا  
 درمولی پہ ہوں اور سوائے درد دیکھا نہیں جاتا  
 رخ خیر البشر تو پھر رخ خیر البشر ٹھہرا  
 ان آنکھوں سے در خیر البشر دیکھا نہیں جاتا  
 ہزار آئینے برتے ہیں ہزار آئینہ میں دیکھے  
 ترے جلوؤں سے کوئی بہرہ و رد دیکھا نہیں جاتا  
 اسی کوچے میں بیٹھا ہوں یہیں سے مر کے اٹھوں گا  
 گدا بے شک ہوں، کوئی اور درد دیکھا نہیں جاتا  
 میرے مولار ہوں کب تک میں ان بے دین لوگوں میں  
 کہ یہ جبر مسلسل عمر بھر دیکھا نہیں جاتا  
 جو سٹیس آنسوؤں کی جھالریں سب کچھ نظر آئے  
 خطا کس کی ہے؟ جو اے چشمِ ترد دیکھا نہیں جاتا  
 کبھی مہتاب کی صورت اتر بھی آؤ آنگن میں  
 ستاروں کو مسلسل رات بھر دیکھا نہیں جاتا  
 مسلسل ہو رہی جانے کیوں امت کی رسوائی  
 دعاؤں میں یہ افلاسِ اثر دیکھا نہیں جاتا  
 کھڑا ہوں کب سے محرابِ حرم کے سامنے دانش  
 نظر رہ رہ کے اٹھتی ہے مگر دیکھا نہیں جاتا

احسان دانش



# فہرستِ مضامین

روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا ارشاد	۴	حدیثِ نظر
۲۲	فوق الجمہ دون الوفرة	۱۱	پیش لفظ
۲۲	روایات میں تطبیق		
۲۴	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کا ارشاد		باب ماجاء
۲۴	الجمہ کی مزید تشریح		
۲۶	حدیث باب کی تشریح	۱۵	فی شعر رسول اللہ
۲۶	ولہ اربع غدائر کی تحقیق		(حضور کے بالوں کے بیان میں)
۲۷	مکہ شریف قدوم میمنت		
۲۸	ایراد حدیث کا مقصد	۱۵	خلاصہ مضامین
۲۹	سدل شعر کی صورت	۱۶	سر کے بال اور حضور کا معمول
۳۰	مانگ نکالنا، مشرکین اور اہل کتاب	۱۶	نصف کانوں تک بال
۳۰	موافقت اہل کتاب کی توجیہات	۱۸	زوجین کا ایک برتن سے غسل
۳۲	مانگ نکالنا افضل ہے	۱۸	تطبیق کی صورتیں
		۱۹	ایک برتن سے غسل اور مسئلہ ستر

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۸	ابن عربیؒ کا ارشاد	۳۳	روایاتِ باب میں تطبیق
۴۸	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد		باب ماجاء فی
۴۹	جب سند میں صحابی مجہول ہو۔۔۔۔۔		ترجل رسول اللہ
۴۹	عن رجل۔۔۔۔۔	۳۶	(حضورؐ کے کنگھی کرنے کے بیان میں)
۴۹	کنگھی کرنے میں سنت طریقہ۔۔۔۔۔		احادیثِ باب کا مضمون۔۔۔۔۔
	باب ماجاء فی	۳۶	کنگھی کرنا مندوب ہے۔۔۔۔۔
۵۰	شیب رسول اللہ	۳۸	حالتِ حیض میں خدمتِ زوج کا شرعی حکم
	(حضورؐ کے سفید بال آجانے کے بیان میں)	۳۹	ایک تعارض اور اس کا جواب۔۔۔۔۔
۵۰	شیب کا معنی اور آثار۔۔۔۔۔	۴۰	حضور اقدسؐ کا تیل کنگھی کرنا۔۔۔۔۔
۵۱	موئے مبارک اور ام سلمہؓ کا معمول	۴۱	القناع کا استعمال۔۔۔۔۔
۵۲	صحابہؓ کی موئے مبارک سے محبت	۴۲	ثوبِ زیات، تشبیہ پر اعتراض کے جوابات
۵۳	کیا حضورؐ نے خضاب لگایا تھا؟۔۔۔	۴۳	تیامن کی فضیلت۔۔۔۔۔
۵۳	یبلغ میں ضمیر کا مرجع۔۔۔۔۔	۴۴	شیخ عبدالحقؒ کی توضیح۔۔۔۔۔
۵۴	صدغین میں سفیدی۔۔۔۔۔	۴۵	اختیارِ تیامن کی بعض دیگر توجیہات۔
۵۴	صدغین میں حصر کیوں۔۔۔۔۔	۴۵	عملِ تیامن میں وسعت۔۔۔۔۔
۵۴	خضاب کی نفی و اثبات، تعارض کا جواب	۴۶	ملا علی قاریؒ کی توضیح۔۔۔۔۔
۵۵		۴۷	تدھین و تسریح میں وقفہ۔۔۔۔۔



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	<b>باب ماجاء فی</b>	۵۷	خضاب کی جائز اور ناجائز صورتیں۔
		۵۸	شیخ الحدیث مولانا زکریا کا ارشاد۔۔
۷۳	<b>خضاب رسول اللہؐ</b>	۵۸	سفید بالوں کی تعداد میں اختلاف اور تطبیق
	(حضورؐ کے خضاب کرنے کے بیان میں)	۵۹	نحوی بحث۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۷۳	خضاب کا معنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۶۰	سفید بال بہت کم تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۷۳	گذشتہ باب سے ربط۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۶۱	قلبت شیب کی ایک توجیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۷۳	مسئلہ خضاب کی تفصیل اور شرعی حکم۔	۶۲	قیامت کے مناظر نے بوڑھا کر دیا
۷۴	علماء احناف کا رجحان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۶۳	یا رب امتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۷۴	شوائع کا مسلک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۶۶	مضمون حدیث۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۷۷	بعض الفاظ حدیث کی تشریح۔۔۔۔۔۔۔۔	۶۶	آپؐ کو بوڑھا کر دینے والی سورتیں
۷۷	رسم جاہلیت کا بطلان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۶۸	ہذا نبی اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۷۸	ملا علی قاریؒ کی نقل روایات۔۔۔۔۔۔	۶۸	جمال رخ انور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۷۹	نفی اور اثبات کی روایت میں تطبیق۔	۶۹	ایک امتی کا جمال اور جلال۔۔۔۔۔۔۔۔
۷۹	قال ابو عیسیٰ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۶۹	ثوبان اخضران کی تشریح۔۔۔۔۔۔۔۔
۸۰	متن حدیث کی اجمالی تشریح۔۔۔۔۔۔۔۔	۷۰	سبز لباس پہننے کا حکم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۸۱	غرض قال ابو عیسیٰ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۷۰	سفید بالوں کا سنہری منظر۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۸۲	بعض الفاظ حدیث کی تشریح۔۔۔۔۔۔۔۔	۷۱	بعض الفاظ حدیث کی تشریح۔۔۔۔۔۔۔۔
۸۴	ایک اشکال سے جواب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۷۲	سفید بال اکھیڑنے کا حکم۔۔۔۔۔۔۔۔۔

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۷	”ح“ کا تلفظ اور معنی	۸۴	عبدالجواد الدومی کی تلخیص بحث
۹۷	آنکھوں میں سرمہ لگانے کا طریقہ	۸۶	لونِ اصفر کی ترغیب و برکات
۹۸	بیان اختلافِ الفاظ	۸۷	سفید بالوں کے اکھاڑنے کا حکم
۹۸	بعض الفاظ حدیث کی تشریح		<b>باب ماجاء فی</b>
۹۸	منافع دنیویہ کے ساتھ تعلیل		<b>كُحَلِ رَسُولِ اللَّهِ</b>
۹۹	بعض الفاظ حدیث کی تشریح	۸۸	(حضور کے سرمہ کے بیان میں)
۱۰۰	ایراد حدیث کا مقصد		
۱۰۱			
	<b>باب ماجاء</b>		
		۸۸	سرمہ کا استعمال شرعی حکم اور منافع
۱۰۲	<b>فی لباس رسول اللہ</b>	۸۹	حضور اقدس کا معمول
	(حضور کے لباس کے بارے میں)	۸۹	ابن عربی کا ارشاد
		۹۰	اشد کی فضیلت و برکات
۱۰۲	گذشتہ باب سے ربط	۹۲	بعض ائمہ متبوعین کے آراء و دلائل
۱۰۲	لباس کی فضیلت	۹۲	لفظ زعم کی بحث
۱۰۳	لباس کے پانچ اقسام و احکام	۹۳	لفظ مکحلة کی بحث
۱۰۳	لباس میں اعتدال	۹۳	عمل تثلیث کی حکمت و برکات
۱۰۴	بعض الفاظ حدیث کی تشریح	۹۴	ایتار کی صورتیں اور حکمت و برکات
۱۰۵	لفظ قمیص کی لغوی، عرفی، نحوی تحقیق	۹۵	شیخ عبدالرؤف کی توضیح و تنبیہ
۱۰۵	قمیص مبارک	۹۶	لفظ ح کی توضیح

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۰	حضرت اسامۃ بن زیدؓ	۱۰۶	ایک تعارض کا جواب
۱۲۱	ثوبِ قطری کا معنی	۱۰۷	قمیص کیوں پسند تھی؟
۱۲۱	التوشح کا مفہوم	۱۰۷	لباس میں کفایت شعاری
۱۲۱	یہ واقعہ مرض الوفات کا ہے	۱۰۸	دونوں روایات میں سند کا فرق
۱۲۲	غلبہء ذوق حدیث	۱۰۹	سند کی بحث اور سابقہ روایات سے فرق
۱۲۳	یحییٰ بن معینؒ	۱۱۱	آستین مبارک
۱۲۴	جب حضورؐ نیا کپڑا پہنتے	۱۱۱	بیانِ حکمت
۱۲۵	لفظِ کاف کی توجیہ	۱۱۱	ایک تعارض کا حل
۱۲۶	دعاء مسنون کا مفہوم	۱۱۴	لفظ ”رہط“ کا معنی و تشریح
۱۲۷	کپڑا پہننے کی دیگر دعائیں	۱۱۴	بیعت کی تین قسمیں
۱۲۷	جب دوسرے شخص کو نیا کپڑا پہنے دیکھے	۱۱۵	گر بیان مبارک
۱۲۸	الحبرۃ کا معنی اور تشریح	۱۱۵	کمالِ محبت کے تقاضے
۱۲۹	قمیص اور الحبرۃ تعارض کا جواب	۱۱۶	لفظ ”جیب“ کی تشریح
۱۲۹	الحبرۃ کیوں پسند تھی	۱۱۶	شقِ جیب صدر پر تھا
۱۳۱	حلة حمراء کا معنی و حکم	۱۱۷	مسنون گر بیان
۱۳۲	تہبند یا جامہ کا مسنون معیار	۱۱۷	گر بیان میں ہاتھ کیوں؟
۱۳۳	صحابہ کرامؓ کے ذوقِ محبت کا اظہار	۱۱۸	صحابیؓ کی وارفتگی
۱۳۵	بعض الفاظ حدیث کی تشریح	۱۱۹	بعض الفاظ حدیث کی تشریح

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	باب ما جاء	۱۳۶	ایک تعارض سے جواب -----
۱۳۷	فی عیش رسول اللہ <sup>ص</sup> (حضور کے گزراں اوقات کے بیان میں)	۱۳۷	لباس فقرا اور لباس فاخرہ میں فرق۔۔
		۱۳۹	حضرت ابوالحسن شاذلی کا ارشاد۔۔
۱۵۰	وعلیہ ثوبان ممشقان۔۔۔۔	۱۴۱	سفید کپڑے کے استعمال کی ترغیب۔
۱۵۰	بخ بخ کا معنی اور تلفظ۔۔۔۔۔	۱۴۳	سفید کپڑا اطہر و اطیب ہے۔۔۔
۱۵۱	ابوہریرہؓ حالت فقر و جوع میں۔۔	۱۴۴	سیاہ بالوں کی چادر۔۔۔۔۔
۱۵۳	حضورؐ مجموعہ فقر و غنی تھے۔۔۔۔	۱۴۵	رومی جبہ۔۔۔۔۔
۱۵۴	بعض الفاظ حدیث کی تشریح۔۔۔۔	۱۴۵	ایک تعارض سے جواب۔۔۔۔۔
۱۵۵	مولانا محمد زکریا کی توجیہ۔۔۔۔۔	۱۴۶	غیر مسلم کے بنائے ہوئے کپڑے کا حکم
۱۵۶	تنبیہ۔۔۔۔۔		=====



الحمد لحضرة الجلالة والصلوة والسلام على خاتم الرسالة

## وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

فضائے ملک بلکہ فضائے عالم کی اس تیرگی میں محمد بن عبداللہ ایک نو عمر یتیم کھڑا ہوتا ہے، اور اپنی پاک اور پاکیزہ کتابِ زندگی کے ہر ورق کو کھول کر رکھ دیتا ہے۔ اور اپنی زندگی کا ایک کامل و مکمل نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر کے، حوصلہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو بھی اپنے جیسا بنایا جائے۔ ایک طرف ساز و سامان سے محرومی ہے۔ ہر پہلو سے بے کسی اور بے بسی ہے، ہر اعتبار سے بے اختیاری ہے، اور دوسری طرف ملک و قوم کی اصلاح کی امنگیں ہیں، بلکہ کہنا چاہیے کہ ساری کائناتِ انسانی کے سدھارنے کے حوصلے ہیں۔ لیکن ”اصلاح قوم“ آج کل کے مفہوم میں نہیں، اسلئے نہ کسی انجمن کی بنیاد پڑتی ہے، نہ کوئی پارٹی بنائی جاتی ہے، نہ کسی کمیٹی کے لئے کوئی فنڈ کھولا جاتا ہے۔

بلکہ سارا وقت اور ساری قوت اپنے آپ کو تیار کرنے میں صرف ہوتی ہے۔ یہ نوعمر، حسین و خوشنور ہے، نوجوانی کا خون اس کی رگوں میں بھی گردش کرتا ہے، ملک میں گھر گھر فحش و بے حیائی کے چرچے ہیں، لیکن اس کی نیچی نظروں پر خود حیا داری قربان ہو جاتی ہے۔ مئے ناب کے ساغر ہر طرف چھلک رہے ہیں، پیمانہ چاروں طرف گردش میں ہے، لیکن اس کے

دامن تقویٰ پر فرشتے تک نماز پڑھنے کے آرزو مند ہیں۔ لوگ لڑ رہے ہیں، صلح کر رہا ہے۔ قوم چھیننے میں مصروف ہے، یہ بانٹنے میں، دنیا تحصیل و فراہمی میں لگی ہوئی ہے، اور یہ عطا و بخشش میں۔ عالم مخلوق پرستی کی لعنت میں مبتلا ہے، ایک اسکے دل میں خالق کی لو لگی ہوئی ہے

ساری اصلاحوں کی بنیاد تو ایک ہی اصلاح ہے یعنی بندہ کا مالک سے تعلق پیدا ہو جانا اس ٹوٹے ہوئے رشتے کا جڑ جانا، اور شرک کی بھول بھلیو سے نکل کر توحید کی شاہراہ پر آ جانا۔ یہاں بھی دُھن تھی تو اسی کی، اور فکر تھی تو اسی کی، رات کی نیند، دن کی مشغولی، ہر شے اسی کی نذر تھی۔

آفتاب اور ماہتاب کی گردشیں اپنی اپنی میعادیں پوری کر رہی ہیں۔ بچے جوان ہوتے ہیں اور جوان ادھیڑ ہو رہے ہیں۔ موتی صدف کے اندر اور لعل و جواہر کانوں میں نشوونما پا رہے ہیں۔ عالم قدس کا یہ ”درّ یتیم“ ﷺ چالیس برس کے سن میں اپنی پختگی کو پہنچتا ہے، عمر کی ترقی کے ساتھ ساتھ راہ ہدایت پانے کا جوش و ولولہ بھی ترقی پر ہے، اور ”یافت“ کی تڑپ روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے، یہاں تک کہ نوبت یہ پہنچتی ہے کہ آبادی کے شور و غل سے الگ، انسانوں کے مجمع سے دور، ایک غار کے سکون و خلوت میں ہفتوں کے ہفتے اسی سوچ بچار، اسی گرہ کی کشائش کے نذر ہونے لگتے ہیں، اس وقت ایک غیبی سہارا دستگیری کرتا ہے اور منصب ارشادِ خلق و ہدایتِ عالم پر سرفرازی کا پروانہ ملتا ہے۔

کٹھن کام اب شروع ہوتا ہے، ایک طرف ملکِ حجاز کی قوت و جمعیت ہے، اور دوسری طرف تنہا ایک فرد اصلاح و ہدایت کا کام ہاتھ میں لینے والا، صدیوں کی پڑی ہوئی خصلتوں کا چھڑانا، سینکڑوں برس کے زنگ دلوں سے دور کرنا، ایک دو شخص نہیں، ایک خاندان نہیں، ایک قبیلہ نہیں، سارے ملک کو ایک نئے سانچے میں ڈھالنا، پھر زندگی کی کوئی ایک صنف نہیں، ہر صنف اور ہر شعبہ زندگی کو نئے سرے سے بدلنا، اور یہ پیام پہنچانا کہ اپنی زندگی بالکل نئی کر لو، مال و دولت کی محبت چھوڑ دو، بخل اور کنجوسی کو چھوڑ دو، حرصِ حکومت و ہوسِ جاہ کو



گولی کھا کر گرتا ہے تو اسی کے نام کی بلندی کی گواہی دیتا ہوا۔ شاعر اگر ان مشاہدات کے بعد بے خود ہو کر پکارا اٹھے۔

کہ ہمسر نام الہی نام تست۔۔۔ تو کون اس کی زبان پکڑ سکتا ہے۔۔۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ

آئندہ صفحات میں اسی درّ یتیم خاتم النبیین ﷺ کے روئے زیبا کے تابانیوں کی ایک جھلک مجبین صادقین اور مخلصین و الہیین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ یہ شرح شمائل ترمذی کے سلسلہ کا دوسرا حصہ ہے جس میں شمائل ترمذی کے اٹھتالیس (۴۸) احادیث کی تشریح و توضیح کر دی گئی ہے جو سب کے لئے نورِ ایمان کا وسیلہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔

مے گلگوں میں تسکینِ دل و جان ڈھونڈنے والو  
سرور و کیف ذکرِ ساقی کوثر سے ملتا ہے

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ

۱۵ صفر المظفر ۱۴۲۶ھ / ۲۵ مارچ ۲۰۰۵ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابُ مَا جَاءَ فِي شَعْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ! باب رسول اللہ ﷺ کے بالوں کے بیان میں

(۲۳/۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ

بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى نِصْفِ أُذُنَيْهِ .

ترجمہ! ہمیں علی بن حجر نے بیان کیا۔ ان کو اسماعیل بن ابراہیم نے حمید کے حوالے سے خبر دی اور انہوں نے یہ روایت حضرت انس بن مالک سے نقل کی، وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے بال مبارک نصف کانوں تک تھے۔

راوی حدیث (۹۲) اسماعیل بن ابراہیم کے حالات ”تذکرہ راویان شمال ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ مضامین :

باب ماجاء .. اس باب میں امام ترمذی نے آٹھ روایات نقل کی ہیں جن میں حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک پر بالوں کی اس کیفیت کا ذکر ہے کہ وہ کتنے لمبے اور کتنے چھوٹے تھے زیادہ تھے یا تھوڑے نیز آپ کے بالوں پر تیل لگانے اور مانگ نکالنے کی

کیفیت کا بھی ذکر ہے اگرچہ آپ کے بالوں مبارک کا بیان گذشتہ ابواب کی احادیث میں ضمناً گذر چکا ہے اب اس باب کے تحت مصنف مستقلاً ان کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

عقد الامام الترمذی هذا الباب لاجبار الواردة في شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم طولاً وقصراً وكثرة وقلة وعن كيفية تسريحة او تفرقة (الاتحافات ص ۶۴) (امام ترمذی نے اس باب کا عنوان ان احادیث کے متعلق باندھا جو آپ ﷺ کے سر کے بالوں مبارک کے بارے میں وارد ہوئے ہیں یعنی ان کی کیفیت بلحاظ قلت و کثرت اور لمبے چھوٹے ہونے، مانگ نکالنے، تیل لگانے وغیرہ کے بیان میں ہے)۔

لفظ شعر (بال) باب نصر سے آتا ہے جمع شعرات آتی ہے۔

سر کے بال اور حضور اقدس ﷺ کا معمول:

شیخ ابراہیم البجوری نے ابن العربی کے حوالے سے لکھا ہے کہ سر پر بال رکھنا زینت ہے ان کا چھوڑنا سنت ہے اور ان کا مونڈنا بدعت ہے قال ابن العربی والشعر فی الرأس زینة وترکہ سنة وحلقه بدعة (مواہب ص ۴۵)۔  
نیز انہوں نے شرح المصابیح کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ ہجرت کے بعد حضور اقدس نے سوائے حدیبیہ کے عمرہ القضاء اور حجة الوداع کے سالوں کے بال نہیں منڈوائے اور سوائے ایک بار کے بال کم نہیں کرائے (کما فی الصحیحین) (جیسے کہ صحیحین بخاری و مسلم) میں ہے۔

صاحب مواہب کے الفاظ یہ ہیں قال وفي شرح المصابيح لم يحلق النبي رأسه في سني الهجرة الا في عام الحديبية وعمره القضاء وحجة الوداع ولم يقصر شعره الا مرة واحدة كما في الصحیحین (مواہب ص ۴۵)

نصف کانوں تک بال:

قال كان شعر رسول الله ﷺ الى نصف اذنيه که حضور اقدس کے بال مبارک نصف کانوں تک تھے۔ دراصل جس صحابی نے حضور اقدس ﷺ کے بال

مبارک کی جو صورت دیکھی ویسے ہی بیان کر دی حضرت انسؓ نے نصف کان تک دیکھے تو ان کا ذکر کر دیا اس سے تطبیق بین الاحادیث بھی آجاتی ہے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ

والمراد من هذا الشعر هو الذي جمع و عقص و قيل المراد معظم شعره او في بعض الاحوال او حين لا يفرق شعره فلا ينافي الاحاديث الدالة على كونه بالغاً منكبیه و واقعاً عليهما (جمع ص ۹۰) (اور بالوں کا نصف کانوں تک ہونے سے مراد وہ بال ہیں جو مجتمع اور اکٹھے کیے گئے ہوں اور یا مراد زیادہ بال ہیں یا پھر بعض اوقات واحوال میں ایسے ہونے کا ذکر ہے یا اس وقت جس وقت مانگ نکلی ہوئی نہ ہوتی ہو اس لئے ان توجیہات کر لینے کی صورت میں یہ روایت ان روایات واحادیث کے منافی نہ ہوگی جن میں آپؐ کے بالوں مبارک کا کندھوں تک پہنچنا یا کندھوں پر ہونا مذکور ہے) اس موقع پر شیخ عبدالرؤفؒ نے لکھا ہے ففی الصحيح عن ابی سعید ان النبی ﷺ ذکر قوماً یكونون فی امتہ یخرجون فی فرقة سیمامہ التحالق (مناوی ص ۹۰) (حضرت ابوسعید خدریؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک قوم کا ذکر فرمایا جو آپؐ کی امت میں ایک فرقہ کی صورت میں پیدا ہوں گے ان کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ سر منڈوائے ہوئے ہوں گے)۔

(۲۴/۲) حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُونَ الْوَفْرَةِ ..

ترجمہ! ہمیں ہناد بن سری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس عبدالرحمن بن ابی زناد نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے اخذ کی اور انہوں نے اپنے باپ سے نقل کیا۔ انہوں نے یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے لی۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں اور حضور اقدس ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے اور حضور اقدس ﷺ کے بال مبارک ایسے پنڈھوں سے جو کان کی لوتک ہوا کرتے ہیں ان سے زیادہ تھے اور ان سے کم تھے جو مونڈھوں تک ہوتے ہیں یعنی نہ زیادہ لمبے تھے نہ چھوٹے بلکہ متوسط درجہ کے تھے۔

راویان حدیث (۹۳) عبدالرحمن بن ابی الزناد (۹۴) ہشام بن عروہ (۹۵) عن ابیہ اور (۹۶) حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قالت كنت اغتسل انا ورسول الله ﷺ من اناء واحد... کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کر لیا کرتے تھے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ افادات الحکایة الماضية بصیغة المضارع استحضاراً للصورة المتقدمة واطاراً الى تکراره واستمراره ای اغتسلت مکرراً (جمع ص ۹۱) (کہ حضرت عائشہ کا گذشتہ واقعہ کو بصیغہ فعل مضارع نقل کرنے میں سابقہ (اغتسال) کی صورت کا استحضار اور اس کے استمرار اور تکرار کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے یعنی (ہم دونوں کا ایک برتن سے غسل کرنا) کئی بار کیا ہے)

**زوجین کا ایک برتن سے غسل:**

من اناء واحد کو امام بخاری نے قدح سے تعبیر کیا ہے وحدده البخاری بالقدح (احکامات ۶۵) (امام بخاری نے اناء کی تعبیر قدح (کاسہ) سے کی ہے) ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ (۱) بعض علماء کرام نے مردوں کے لئے فضل المرأة (عورت کے بقیہ اور زائد) پانی سے غسل کرنا جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لئے بھی مردوں کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا جائز ہے۔ وعلیه الجمهور (جمع ص ۹۲) (جمہور علماء کا یہی مذہب ہے) (۲) بعض علماء کہتے ہیں کہ خواتین کے لئے فضل الرجل (مرد کے بقیہ) پانی کے ساتھ طہارت جائز ہے اور اس کے بالعکس ناجائز ہے۔ (۳) بعض نے عدم جواز کو ان کے علیحدہ علیحدہ خلوت میں پانی کے استعمال کی صورت میں بچے ہوئے پانی سے طہارت حاصل کرنے کی صورت پر حمل کیا ہے اور جواز کو اس صورت پر حمل کیا ہے جب دونوں اکٹھے غسل کریں۔

**تطبیق کی صورتیں:**

وعلى تقدير صحة الجميع يمكن الجمع بحمل النهی علی ما تساقط من

الاعضاء والجواز علی ما بقی فی الاناء بذلک جمع الخطابی و جمع بعضهم بان الجواز فیما اذا اغترف فامعاً والمنع فیما اذا اغترف احدهما قبل الآخر وبعضهم حمل النهی علی التزیه والفعل علی الجواز وهو الظاهر والله اعلم بالسرائر. (جمع ص ۹۲) یعنی اگر ان تمام نہیں اور جواز کی صورتوں کو درست تسلیم کر لیا جائے تو بھی تطبیق کی صورت یہ ہے کہ نہی کو اس پانی کے استعمال پر محمول کیا جائے جو اعضاء (کے دھونے) سے گر جائے اور جواز کو اس پانی پر محمول کیا جائے جو برتن میں بیچ جائے، علامہ خطابی نے اسی طرح مختلف روایات کو جمع کیا ہے اور بعض حضرات نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ میاں، بیوی کا ایک ساتھ ایک ہی برتن سے غسل کرنا تب جائز ہے جب دونوں ایک ساتھ چلو سے پانی اٹھائیں اور ممانعت اس صورت میں ہے جب ایک، دوسرے سے پہلے چلو بھر لے۔ بعض نے نہی کو مکروہ تزیہی پر محمول کیا ہے اور آپ کے فعل کو جواز پر اور یہی ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ ہی بھیدوں اور حقیقت حال کو بہتر جانتے ہیں۔

## ایک برتن سے غسل اور مسئلہ ستر:

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

(۱) ایک برتن سے غسل میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ غسل یکے بعد دیگرے کیے ہوں۔ ومن المعلوم تقدمه صلی اللہ علیہ وسلم کما هو شأن الادب یعنی اس صورت میں آنحضرت ﷺ نے پہلے غسل کیا ہوگا جیسا کہ ادب کا تقاضا بھی یہی ہے۔

(۲) اور اگر یکجا غسل کرنے کی صورت فرض کر لی جائے تو یقیناً دونوں کے درمیان حجاب ہوگا کما هو الظاهر من جمال حالها و کمال حیائهما (جیسا کہ یہی ان دونوں کے کمال حیا کا تقاضا بھی ہے اور ظاہر بھی)

(۳) اور تقدیر تکشف کی صورت میں یقیناً ایک دوسرے کی عورت پر عدم نظر ہوتی تھی جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے عن عائشة رضی اللہ عنہا ما رأیت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کی شرمگاہ کو نہیں دیکھا تھا) جبکہ حضور اقدس تو سیدہ عائشہ سے زیادہ حیا والے تھے وقد

ورد ایضاً فی روایة عنها مارأیت منه ولا رأی منی یعنی الفرج (جمع ص ۹۱) یعنی نہ تو میں نے آپ کی شرمگاہ کو دیکھا تھا اور نہ آپ نے میری شرمگاہ کو دیکھا تھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہر دو حضرات ننگے نہاتے تھے اسلئے کہ حضرت عائشہؓ خود فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کا محل ستر اور آپ نے میرا محل شرم کبھی نہیں دیکھا نیز برتن کے ایک ہونے سے بھی اس پر حجت نہیں اس کی کئی صورتیں ایسی بنتی ہیں کہ غسل بھی ہو جائے اور دوسرے کے سامنے ننگا بھی نہ ہونا پڑے البتہ اس حدیث سے عورت اور مرد کا ایک برتن سے اکٹھے نہانا ثابت ہوتا ہے۔ (خصائل)۔

### شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا ارشاد :

بعض معتزلی فکر رکھنے والے اور بعض منکرین حدیث ایسی احادیث کو بہت ہی غلط معانی پہناتے ہیں جن سے ایک مومن کا دل دکھ جاتا ہے حضور اقدس ﷺ تو مجسمہ شرم و حیا تھے اللہ تعالیٰ ایسی بے ہودہ غلط عقیدوں اور باتوں سے اپنی امان میں رکھیں، مزید تنویر و توضیح کے لئے استاذی المکرم محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا ارشاد گرامی بھی من و عن نقل کر دیا جاتا ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ عورتیں اور مرد اکٹھے ایک برتن پر جمع ہو جاتے تھے اور بعض اوقات مرد پہلے وضو کر لیتے عورتیں بعد میں اور کبھی عورتیں پہلے اور مرد بعد میں جس کی بارہ صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں تین صورتیں اصل الاصول (بنیادی) ہیں۔

(۱) فضل طہور رجل (۲) فضل طہور مرأة (۳) فضل طہور ہما (۱) مرد کے طہور (وضو غسل) کا بقیہ پانی (۲) عورت کے طہور کا بقیہ پانی (۳) دونوں کے طہور کا بقیہ پانی) مذکورہ ہر سہ صورتوں میں طہور عام ہے جو غسل اور وضو دونوں کو شامل ہے اس اعتبار سے چھ صورتیں متحقق ہوتی ہیں پھر ان چھ صورتوں میں مرأة (عورت) عام ہے جو اجنبی وغیر اجنبی دونوں کو شامل ہے لہذا ۲x۶ کے نتیجے میں ۱۲ صورتیں متحقق ہوتی ہیں اب اگر ایک

برتن سے وضو کرتے وقت یا غسل کے وقت ایسے مرد عورتیں جمع ہو گئے جو آپس میں محارم تھے یا زوجین تھے یا اجنبی تھے، تو اس صورت میں سب کا وضو یا غسل بالاتفاق جائز ہے اور فضل طہور الرجل للمرأة (مرد کے طہور کا بقیہ پانی عورت کیلئے) کی صورت بھی بالاتفاق جائز ہے اور فضل طہور المرأة للرجل کہ عورت نے اس برتن سے وضو کیا یا غسل، اس کے بعد مرد اسی کاسہ میں بچے ہوئے پانی سے غسل یا وضو کرنا چاہے تو اس صورت میں اختلاف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام شافعی فضل طہور المرأة للرجل (عورت کے طہور (وضو غسل) کے بقیہ پانی کو مرد کے لئے) کو جائز قرار دیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل فضل طہور المرأة للرجل (عورت کے طہور (وضو غسل) کے بقیہ پانی کو مرد کیلئے) کی دونوں صورتوں (وضو اور غسل) کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں گو بارہ صورتوں میں صرف دو صورتیں ایسی ہیں جن میں امام احمد بن حنبل کا اختلاف ہے باقی دس صورتیں بالاتفاق جائز ہیں۔

جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک یہی ہے کہ اگر مرد اور عورتیں دونوں بیک وقت ایک برتن سے وضو یا غسل کریں تو جائز ہے۔ امام طحاوی اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں اس کی وجہ جواز تحریر فرماتے ہیں کہ جب رجال و نساء ایک جگہ پڑے برتن سے وضو کریں، چلو سے پانی لیتے ہیں یا کسی چھوٹے برتن سے اور اپنے بدن پر ڈالتے ہیں اولاً تو وہ ایک دوسرے کا لحاظ کرتے ہیں پانی کے بہانے میں محتاط رہتے ہیں اور اگر کسی فریق (مرد یا عورت) سے اس میں بے احتیاطی ہو جاتی ہے تو دوسرا اس کو ٹوک سکتا ہے لہذا اس صورت کے پیش نظر مرد و عورت دونوں کو اطمینان ہوتا ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا۔

كنت اغتسل انا ورسول الله ﷺ.. حدیث باب عورتوں اور مردوں کے اکٹھا وضو کرنے کے جواز پر دال ہے اور اگر دونوں اجنبی تھے تو ان کا پردہ ضروری ہے یا نہیں اور اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے یہ ایک مستقل بحث ہے جو اپنے مقام پر آئے گی۔

اغتسل سے گو "غسل" کا جواز ثابت ہو رہا ہے مگر یہ بھی اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وضو بھی جائز ہے کیونکہ غسل جائز ہے تو لا محالہ وضو تو بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔

امام طحاویؒ نے اس حدیث سے طہور فضل الماء (بقیہ پانی کے پاک ہونے) کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ جب شارع علیہ السلام نے اجتماعی طور، معیت کی صورت میں وضو اور غسل کو جائز قرار دیا ہے تو یہ اس امر کو بھی مستلزم ہے کہ علیحدہ علیحدہ صورت میں عورت کا بچا ہوا پانی مرد کے لئے اور مرد کا فضل وضو عورت کے لئے جائز ہے کیونکہ معیت کی صورت میں ہر دونوں (مرد و عورت) جب دوسرا چلو بھرتے ہیں تو وہ دوسرے کا فضل ہے جب کہ اجتماعی صورت میں تو اس کے جواز پر سب کا اجماع ہے تو انفرادی صورت میں بھی جواز فضل پر سب کا اجماع لازم آتا ہے (حقائق السنن جلد ۱ ص ۲۷۲) ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہاں فضل ماء کا مسئلہ ہی نہ ہو بلکہ اناء واحد کا بتلانا مقصود ہو کہ غسل کے لئے ہم ایک ہی برتن استعمال کرتے تھے کہ اسی میں پانی ڈال کر پہلے آپؐ اور پھر دوبارہ اسی برتن میں پانی ڈال کر میں غسل کرتی تھی۔ کیونکہ من اناء واحد کے ساتھ بماء واحد ضروری نہیں۔

## فوق الجمّة دون الوفرة :

وكان له شعر فوق الجمّة ودون الوفرة... حضور اقدسؐ کے بال مبارک جمّہ یعنی گردن سے اوپر اور وفرة یعنی کانوں کی لو سے نیچے ہوتے تھے۔ صفحہ نمبر ۱۰۸، ۱۰۹ پر اس کی تفصیل اور روایات میں تطبیق کی تفصیل گزر چکی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر بال کانوں کی لو تک ہوں تو وفرة، گردن تک ہوں تو لمّہ اور اگر کندھوں تک پہنچ جائیں تو جمّہ کہلاتے ہیں۔ بہر حال بال ایک اضافی امر ہیں جس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جب بال بنوانے میں تاخیر ہو جاتی تو بڑھ کر گردن تک آجاتے کبھی مزید تاخیر ہوتی تو کندھوں تک یہ مختلف کیفیات مختلف روایات میں منقول ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

روایات میں تطبیق :

(۱) احمد عبد الجواد الدومی لکھتے ہیں وهذه الرواية تخالف رواية ابى داؤد (فوق)

83971



الوفرة ودون الجمّة) ولعل الجمع بينهما ان تقول ان رواية ابى داؤد بالنسبة لكثرة الشعر ورواية الترمذی بالنسبة لوصول الشعر، قال ابن حجر وهو جمع جيد (تحافات ص ۶۵) یعنی یہ روایت ابوداؤد کی روایت (فوق الوفرة ودون الجمّة) کے

خلاف ہے (کیونکہ یہاں اس روایت میں فوق الجمّة دون الوفرة ہے)

ان دو روایات میں تطبیق کی صورت یوں ہے کہ ابوداؤد کی روایت میں بالوں کی کثرت کی نسبت سے فوق الوفرة ودون الجمّة کہا گیا ہے اور ترمذی کی اس روایت میں وصول شعر کی نسبت سے فوق الجمّة دون الوفرة کا ذکر ہے۔

ابن حجر نے اس تطبیق کو عمدہ قرار دیا ہے۔

اکثر محدثین کی بھی یہی رائے ہے کہ مقصد وفرة اور جمّة کے بین بین بیان کرنا ہے۔ ابوداؤد کی روایت (دون الجمّة فوق الوفرة) میں یا تو قلبِ راوی ہے اور روایت مقلوب ہے یا معنی ظاہری بھی صحیح ہو سکتے ہیں کہ کثرت اور قلت یعنی بالوں کی مقدار بتانا ہے کہ جمّمہ سے کم اور وفرة سے زائد تھے۔

(۲) لفظ فوق اور دون اضداد میں سے ہیں یعنی کم اور زیادہ کے معنی میں مستعمل ہو سکتے ہیں۔ تو روایت باب میں فوق الجمّة و دون الوفرة کے معنی یہ ہوں گے کہ جمّمہ سے کم اور وفرة سے زیادہ یعنی اس روایت میں فوق کا معنی کم اور دون کا معنی زیادہ ہوا اور ابوداؤد کی روایت فوق الوفرة ودون الجمّة کے معنی وفرة سے زیادہ اور جمّمہ سے کم۔ یعنی ابوداؤد کی روایت میں فوق کا معنی زیادہ اور دون کا معنی کم کا ہوا تو پھر بالوں کا محل ایک ہی ہوا کہ گردن سے اوپر اور کانوں کی لو سے نیچے (واللہ اعلم) گویا حضور اقدس کے بال مبارک وفرة اور جمّة کے بین بین ہوا کرتے تھے۔

علامہ بیجوری فرماتے ہیں کان (شعرہ) متوسطاً بین الجمّة والوفرة (مواہب ص ۴۶) (۳) بعض حضرات نے لفظ،،دون،، کو اپنے معروف معنی میں لیا ہے تو اس صورت میں معنی ہوں گے جمّة سے بھی کم اور وفرة سے بھی کم یعنی وہ انصافِ اذنین (کانوں کے نصف) تک ہوں گے جیسا کہ باب ہذا کی حدیث اول میں اس کی

تصریح ہے اور بطور ترقی کے فوق الجمۃ دون الوفرة۔ (جمہ سے اونچے اور وفرہ سے نیچے) کہا گیا ہے۔

## شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کا ارشاد:

محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں کہ بال بڑھنے والی چیز ہے ایک زمانہ میں اگر کان کی لو تک تھے تو دوسرے زمانے میں اس سے زائد اس لئے حضور اقدس ﷺ کا سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے تو جس نے قریب کا زمانہ نقل کیا اس نے چھوٹے بال نقل کیے اور جس نے بال منڈے ہوئے عرصہ ہو جانے کے وقت کو نقل کیا اس نے زیادہ نقل کیے۔ بعض علماء نے اس طرح پر بھی جمع فرمایا کہ سر مبارک کے اگلے حصہ کے بال نصف کانوں تک پہنچ جاتے تھے اور وسط سر مبارک اس سے نیچے تک اور اخیر سر مبارک کے مونڈھوں کے قریب تک (خصائل ۳۴)۔

(۲۵/۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَخْبَرَنَا أَبُو قَطْنٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي اسْحَقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوعًا بُعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ وَكَانَتْ جُمَّتُهُ تَضْرِبُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ ..

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا انہیں ابو قطن نے خبر دی اور انہیں شعبہ نے بیان کیا جنہوں نے ابو اسحق سے روایت کی ہے اور انہوں نے براء بن عازب صحابی رسول سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ متوسط القامة تھے۔ آپ کے دونوں شانوں کا درمیان وسیع تھا آپ کے بال کانوں کی لو تک ہوتے تھے۔

راویان حدیث (۹۷) احمد بن منیع اور (۹۸) ابو قطن کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## الجمۃ کی مزید تشریح!

وكانت جمته 'تضرب شحمة اذنيه اور آپ کے بال مبارک کانوں کی لو تک پہنچتے

تھے۔ حدیث کا یہی جملہ ترجمہ الباب سے مناسبت رکھتا ہے۔

احمد عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں فہذا يرجع لمعظمه ای الشعر ' واما المستدق منه فكان يصل الى المنكبين (تحافات ص ۶۶) ملا علی قاری فرماتے ہیں وقيل لم يرد بالضرب البلوغ والانتها بل اراد انه كان يرسلها الى اذنيه ومحاذ اتھما ويحتمل ان يقال الجممة في هذا الحديث بمعنى الوفرة كما ذهب اليه الزمخشري من انھما مترادفان وان الجممة هي الشعر الى الاذن ووقع في ديوان الادب ان الجممة هي الشعر مطلقاً (جمع ص ۹۳) یعنی "الضرب" کے لفظ سے بالوں کی غایت لمبائی مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ بالوں کو دونوں کانوں اور ان کے محاذات (برابری) تک چھوڑتے تھے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اس حدیث میں "جُمّہ" بمعنی "وفرہ" کے ہو۔ جیسا کہ زمخشری نے بھی اس کو اختیار کیا ہے کہ یہ دونوں مترادف ہیں۔ پھر یہ کہ کانوں تک پہنچے ہوئے بالوں کو "جُمّہ" کہتے ہیں اور "دیوان الادب" میں ہے کہ "جُمّہ" مطلق بالوں کو کہتے ہیں۔

(۲۶/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لَأَنْسِ كَيْفَ كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ وَلَا بِالسَّبْطِ كَانَ يَلْبِغُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ .

ترجمہ! ہمیں بیان کیا محمد بن بشار نے۔ اُن کو وہب بن جریر بن حازم نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس میرے والد نے قتادہ کے حوالے سے بیان کیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا کہ حضور اقدس ﷺ کے بال مبارک کیسے تھے انہوں نے فرمایا کہ نہ بالکل پیچیدہ نہ بالکل کھلے ہوئے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگریالہ پن لئے ہوئے تھے جو کانوں کی لوت تک پہنچتے تھے۔

راویان حدیث (۹۹) وہب بن جریر (۱۰۰) حدیثی ابی اور (۱۰۱) حضرت قتادہ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

## حدیث باب کی تشریح:

قال قلت لانس ... قتاده کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا کہ حضور اقدسؐ کے بال مبارک کیسے تھے قال لم یکن بالجعد ولا بالسبط آپؐ کے بال نہ تو شدید گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے یعنی ان میں کسی قدر گھنگھریالہ پن پایا جاتا تھا۔ اور آپؐ کے بال مبارک کانوں کی لوتک پہنچتے تھے۔ اس طوالت کو عرف میں و فرہ کہتے ہیں اس کی مفصل تشریح صفحہ نمبر ۱۰۸ پر لکھی جا چکی ہے۔

(۲۷/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أُمِّ هَانِيَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ قَالَتْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا مَكَّةَ قَلَمَةً وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ .

ترجمہ! ہمیں محمد بن یحییٰ بن ابی عمر مکی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی سفیان بن عیینہ نے انہوں نے یہ روایت نقل کی ابن ابی شیح سے اور انہوں نے مجاہد سے روایت اخذ کی۔ مجاہد نے ام ہانی بنت ابی طالب سے روایت لی۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہجرت کے بعد ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپؐ کے بال مبارک چار حصہ مینڈھیوں کے طور پر ہو رہے تھے۔

راویان حدیث (۱۰۲) محمد بن یحییٰ بن ابی عمر (۱۰۳) سفیان بن عیینہ (۱۰۴) ابن ابی شیح (۱۰۵) مجاہد اور (۱۰۶) حضرت ام ہانی کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## وله اربع غدائر کی تحقیق:

قالت قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم علينا مكة قلمة وله اربع غدائر جب آپؐ مکہ المکرمہ میں ہمارے پاس تشریف لائے قلمة ای مرة من القدوم۔ (قدمت کا معنی ایک بار جب آنا ہوا) اور یہ قدوم فتح مکہ کے موقع پر ہے۔

غدائر، غدیرہ کی جمع ہے بالوں کی لٹیں، زلفیں، چوٹی اور مینڈھی جو گندھی ہوئی نہ ہوں بلکہ ویسے ہی کھلے طور پر تقسیم شدہ ہوں اس کے لئے ضفائر اور ذوائب کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے وقیل الغدیرہ ہی الذوائبہ والضفیر قہی العقیصہ (اتحافات ص ۶۷)۔ (اور بعض کہتے ہیں کہ غدیرہ وہ ذوائبہ ہے اور ضفیرہ وہ عقیصہ (قدرتی طور پر گندھی ہوئی) ہے) حضور اقدس ﷺ نے از خود کبھی بھی بالوں کی مینڈھیاں نہیں بنائیں بلکہ بعض اوقات قدرتی طور پر آپ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم ہو جایا کرتے تھے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ مردوں کے لئے عورتوں کی طرح مینڈھیاں رکھنا مکروہ ہیں حدیث میں مینڈھیوں سے مراد وہی ہیں جن میں تشبہ۔ (عورتوں سے مشابہت) نہ ہو کیونکہ تشبہ کی آپ نے خود ممانعت فرمائی ہے۔

### مکہ شریف قدمِ میمنت :

ملا علی قاری فرماتے ہیں کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدمات اربعة لمكة عمرة القضاء وفتح مكة وعمرة الجعرانة ولحجة الوداع (جمع ص ۹۵) گویا آپ نے مکہ المکرمہ تشریف آوری چار مرتبہ فرمائی اولاً عمرة القضاء میں جو ہجرت کا ساتواں سال تھا پھر فتح مکہ کے موقع پر ۸ھ پھر اسی سفر میں عمرة الجعرانة کے لئے جانا ہوا پھر ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے موقع پر۔ ام ہانئ کے گھر تشریف آوری فتح مکہ کے موقع پر ہوئی علامہ بیجوری لکھتے ہیں وهذه المرة كانت في فتح مكة (مواہب ص ۴۸) وحينئذ اغتسل و صلى الضحى في بيتها (جمع ص ۹۵) یعنی اس موقع پر آپ نے غسل فرمایا اور حضرت ام ہانئ کے گھر چاشت کے نوافل پڑھے

(۲۸/۶) حَدَّثَنَا سُؤْيُدُ بْنُ نَصْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ شَعْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ .. ترجمہ! ہمیں سوید بن نصر نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا انہوں نے یہ

روایت معمر سے لی اور معمر نے اخذ کی ثابت بنانی سے وہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے بال مبارک نصف کانوں تک ہوتے تھے۔

راویان حدیث (۱۰۷) سوید بن نصر (۱۰۸) عبداللہ بن مبارک (۱۰۹) معمرؓ اور (۱۱۰) ثابت البنانیؓ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### ایرادِ حدیث کا مقصد:

ان شعر رسول اللہ ﷺ کان الی انصاف اذنیہ یعنی حضور اقدسؐ کے بال مبارک آپ کے نصف کانوں تک تھے اس مضمون کی حدیث اس باب کے آغاز میں بھی آچکی ہے۔

شیخ ابراہیم البجوریؒ لکھتے ہیں باضافة الجمع الی المشی کما فی قوله تعالیٰ فقد صغت قلوبکما والمراد بالجمع مافوق الواحد (مواہب ص ۴۸) (کہ اس حدیث میں اضافت جمع (انصاف) کی تشبیہ (اذنیہ) کی طرف ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مبارک کے لفظ قلوب کی اضافت کما ضمیر تشبیہ کو ہے اور جمع سے مراد ایک سے زائد ہونا ہے)

یعنی ”انصاف اذنیہ“ میں صیغہ جمع (انصاف) کی اضافت صیغہ تشبیہ (اذنین) کی طرف ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کے ارشاد ”فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا“ میں ہے اور قلوبکما میں جمع سے مراد مافوق الواحد ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں والمقصود من ایراد هذا الحدیث من روایة ثابت عن انس هنا مع ما تقلم من روایة حمید عنه فی اول الباب تقویة الحدیث المذکور وانہ روی باسنادین وانتفاء ما یتوهم من تدلیس حمید (جمع ص ۹۶) یعنی ثابت عن انس کی روایت سے اس حدیث کو یہاں لانا باوجود یہ کہ اسی طرح باب کے شروع میں حمید عن انس کی روایت مذکور ہے۔ دراصل اس کا مقصد حدیث مذکور کی تقویت اور یہ بات کہ یہ دو سندوں سے مروی ہے نیز ”حمید“ پر تدلیس کا جو توہم تھا، اس کا دفعیہ بھی مقصود ہے۔

(۲۹/۷) حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ

الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعْرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُءُوسَهُمْ وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ رُءُوسَهُمْ وَكَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ ..

ترجمہ! ہمیں سوید بن نصر نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے یونس بن یزید سے اور انہوں نے زہری سے یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ نے خبر دی اور انہوں نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اولاً بالوں کو بغیر مانگ نکالے پیچھے ڈال دیتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے اور اہل کتاب بغیر مانگ نکالے بالوں کو پیچھے ڈال لیتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ ابتداءً ان امور میں جن میں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے (لیکن اس کے بعد یہ منسوخ ہو گیا اسلئے کہ حضور اقدس ﷺ مخالفتِ اہل کتاب کرنے لگے) اور پھر آپ نے سر کے بالوں میں مانگ نکالنا شروع کر دیا تھا۔

راویان حدیث (۱۱۱) یونس بن یزید اور (۱۱۲) عبید اللہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## سدلِ شَعْرٍ کی صورت :

کان یسدل شَعْرَهُ .. مضمون حدیث تو ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔ حضور اقدسؐ اپنے بالوں کو مانگ نکالے بغیر پیچھے ڈال دیا کرتے تھے۔ سدلِ یسدل کا لفظی معنی ہے۔ پیچھے ڈالنا۔ وقیل السدل ان یرسل الشخص شعره من ورائه ولا یجعله فرقتین وهو المناسب للمقابلة بقوله وکان المشرکون یفرقون (جمع ص ۹۶)

یعنی بعض حضرات نے کہا ہے کہ سدل یہ ہے کہ بالوں کو ویسے ہی پیچھے چھوڑ دے اور اس کو دو حصوں میں تقسیم نہ کرے اور یہ تشریح مناسب ہے اس قول کے مقابلہ میں کہ ”مشرکین سر

کے بالوں میں مانگ نکالتے تھے۔

شیخ ابراہیم البجوریؒ فرماتے ہیں ای یوسل شعرہ حول راسہ (مواہب ص ۲۸) یعنی بالوں کو سر کے ارد گرد چھوڑ دیتے تھے اور ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ وقیل علی الجبین فیکون کالقصة (مواہب ص ۲۸) (اور بعض کہتے ہیں کہ بالوں کو ماتھے پر گچھا کی مانند چھوڑ دیتے)۔

## مانگ نکالنے میں مشرکین اور اہل کتاب کا عمل:

وکان المشرکون یفرقون رؤسہم یعنی مشرکین لوگ اس زمانے میں سر کے بالوں میں فرق نکالتے تھے۔ یفرقون چاہے مجرد ہو چاہے باب افعال سے ہو یا باب تفعیل سے سب کا معنی ایک ہے وقال العسقلانی الفرق قسمة الشعر والمفرق وسط الراس واصلہ من الفرق بین الشیین (جمع ص ۹۶) (علامہ عسقلانیؒ فرماتے ہیں: فرق، بالوں کے تقسیم ہونے کو کہتے ہیں جبکہ مفرق سر کے بیچ کو کہتے ہیں) اور اس کا مادہ اور بنیاد دو چیزوں کے درمیان فرق (فاصلہ) کرنا ہے۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ نے لکھا ہے والفرق قسم الشعر قسمین علی الیمین والیسار وهو ضد السدل الذی هو الارسال من سائر الجوانب (اتحافات ص ۶۸) یعنی فرق بالوں کو دو حصوں، دائیں اور بائیں پر تقسیم کرنے کو کہتے ہیں اور یہ سدل کی ضد ہے، سدل سارے اطراف سے بال چھوڑنے کو کہتے ہیں۔

## موافقتِ اہل کتاب کی توجیہات:

وکان اهل الكتاب... یعنی اہل کتاب عام طور پر مانگ نہیں نکالتے تھے بلکہ بالوں کو پیچھے ڈال دیا کرتے تھے اور حضور اقدس ﷺ ایسے امور میں جن میں بذریعہ وحی کوئی حکم نہیں آتا تھا اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے جو مشرکین سے بوجہ اہل کتاب ہونے کے بہتر تھے۔

اہل کتاب کی موافقت پر علماء نے توجیہات بیان کی ہیں۔

(۱) یہ اھون البلیتین (دو مصیبتوں میں سے آسان کو) اختیار کرنے کے قبیل سے



ہے کیونکہ مشرکین کے تو سب اعمال شیطانی ہوتے ہیں جب کہ اہل کتاب کے اعمال اور روایات میں آسمانی ہونے کا احتمال بھی ہے۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ بعض احادیث اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ اہل کتاب کی بھی مخالفت کی گئی ہے شارحین حدیث جواب میں کہتے ہیں۔ کہ

(۱) یہ تو اثر صحابی ہے اور وہ احادیث مرفوعہ صحیحہ ہیں لہذا تعارض نہ ہوگا۔

(۲) یا اسے ابتداء اسلام پر حمل کیا جائے گا کہ آپ نے اہل کتاب کے تالیفِ قلوب کے لئے ان کے اعمال کی موافقت اختیار فرمائی، ان اعمال میں ایک عمل مانگ نکالنا بھی تھا لیکن پھر جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور اسلام مستغنی ہو گیا تو پھر خالفوہم (کہ ان کی مخالفت کرو) کا حکم دیا گیا تو یہ روایت منسوخ ہوگی۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں جن امور میں حضور اقدس ﷺ کو احکام نہیں ملے تھے اور وحی نازل نہ ہوئی تھی ان امور میں موافقت اہل کتاب کی علماء نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں ایک غرض تو تالیفِ قلوب اہل کتاب تھی (جیسا کہ پہلے بھی یہی عرض کیا جا چکا ہے) کہ بتوں کے پجاریوں کے خلاف ان کی انگیخت کی جائے۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں فلما اغناه الله تعالى عن ذلك و اظهر الاسلام خالفهم في امور كصبغ الشيب وغير ذلك انتهي حيث ورد ان اهل الكتاب لا يصبغون فخالفوهم ومنها صوم يوم عاشوراء. ثم امر بنوع مخالفة لهم فيه بصوم يوم قبله او بعده ومنها استقبال القبلة ومخالفتهم في مخالطة الحائض ومنها النهي عن صوم يوم السبت وقد جاء ذلك من طرق متعددة في النسائي وغيره وصرح ابو داؤد بانه منسوخ و ناسخه حديث ام سلمة انه صلى الله عليه وسلم كان يصوم يوم السبت ويوم الاحد يتحري ذلك ويقول انهما يوم عيد الكفار وانا احب ان اخالفهم وفي لفظ مامات رسول الله ﷺ حتى كان اكثر صيامه يوم السبت. والاحد اخرج احمد والنسائي و اشار بقوله يوم عيد ان السبت عيد اليهود والاحد عيد النصارى وقال آخرون يحتمل انه امر باتباع شرائعهم فيما لم يوح اليه بشئ وعلم انهم لم يبدلوه (جمع ص ۹۷)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اہل کتاب کی موافقت سے مستغنی کیا اور اسلام کو غالب کیا تو آنحضرتؐ نے کئی امور میں اہل کتاب کی مخالفت کی جیسا کہ (داڑھی کے) سفید بالوں میں مہندی لگانا وغیرہ۔ روایت میں ہے کہ اہل کتاب سفید بالوں میں مہندی نہیں لگاتے لہذا تم (مسلمان) ان کی مخالفت کرو، اسی طرح عاشوراء کے دن کے روزہ میں بھی آپؐ اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے پھر یوم عاشوراء سے ایک روز قبل یا ایک روز بعد کا ملانے کا حکم دیا تا کہ اہل کتاب کی مخالفت ہو جائے اسی طرح استقبالِ قبلہ، حائضہ عورت کے ساتھ نشست و برخاست اور ہفتہ کے دن روزہ رکھنے میں بھی ان کے ساتھ مخالفت کا حکم فرمایا۔ تاہم نسائی وغیرہ میں متعدد طرق سے یہ روایت مروی ہے کہ ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کا حکم منسوخ ہے۔ امام ابو داؤد نے اس کے نسخ کی تصریح کی ہے جیسا کہ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ ہفتہ اور اتوار کے دن روزہ رکھنے کو پسند کرتے تھے اور فرماتے کہ یہ دو دن کفار کے عید کے دن ہیں اور میں (ان دنوں میں روزہ رکھ کر) ان کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ اکثر ہفتہ اور اتوار کے دن روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کا وصال ہوا۔ عید کے دو دن سے مراد یہ ہے کہ ہفتہ یہودیوں کی عید کا دن ہے جبکہ اتوار عیسائیوں کی عید کا دن ہے۔ بعض حضرات نے یہ احتمال ذکر کیا ہے کہ جن امور میں آپؐ کے پاس کوئی وحی نہیں آئی ان میں آپؐ اہل کتاب کی شریعت کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور آپؐ کو یہ بات معلوم تھی کہ انہوں نے ان امور میں تبدیلی نہیں کی ہے۔

مانگ نکالنا افضل ہے:

ثم فرق رسول الله ﷺ رأسه پھر بعد میں آپؐ نے سر کے بالوں میں مانگ نکالنا شروع کر دی جب مشرکین مارے جا چکے ان کے غلبہ کے امکانات اور شوکت ختم ہوئی یا ملک بدر ہو گئے اور اہل کتاب کے تالیفِ قلب کی ضرورت نہ رہی تو آپؐ بھی اہل کتاب کی مخالفت میں ایسا کرنے لگے۔ شیخ ابراہیم البجوریؒ فرماتے ہیں ثم فرق ای القی

شعره الى جانبى رأسه وحكمة عدوله عن موافقة اهل الكتاب ان الفرق انظف وابعد عن الاسراف فى غسله وعن مشابهة النساء، والحديث يدل على جواز الامرین والامر فيه واسع لكن الفرق افضل لكون النبی ﷺ رجوع اليه آخرأ وليس بواجب فقد نقل ان من الصحابة من سدل بعد ولو كان الفرق واجباً لما سدلوا (مواهب ص ۴۸)

(پھر آپ نے مانگ نکالنا شروع کیا، یعنی بالوں کو سر کے دونوں طرف ڈال دیتے تھے۔ اہل کتاب کی موافقت سے پھیر جانے کی حکمت یہ تھی کہ مانگ نکالنے میں صفائی زیادہ ہوتی ہے اور دھونے میں اسراف سے بعید ہوتا ہے اور اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی نہیں ہوتی۔ تاہم حدیث سے دونوں (مانگ نکالنے اور نہ نکالنے) کا جواز معلوم ہوتا ہے اس میں توسع ہے لیکن مانگ نکالنا افضل ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو آخر میں اختیار فرمایا، تاہم یہ واجب بھی نہیں ہے اس لئے کہ یہ بھی منقول ہے کہ بعض صحابہ کرام اس کے بعد بھی سدل کرتے تھے اگر مانگ نکالنا واجب ہوتا تو وہ سدل کیوں کرتے)۔

(۳۰/۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعِ الْمَكِّيِّ عَنْ اِبْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اُمِّ هَانِيٍّ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا ضَفَائِرٍ اَرْبَعٍ .

ترجمہ! ہمیں محمد بن بشار نے بیان کیا انہیں عبدالرحمن بن مہدی نے خبر دی انہوں نے روایت ابراہیم بن نافع مکی سے نقل کی اور انہوں نے ابن ابی کحج سے روایت کی ہے۔ وہ مجاہد سے روایت بیان کرتے ہیں اور انہوں نے ام ہانی کے واسطے سے روایت نقل کی ہے۔ ام ہانی فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو چار گیسوؤں والا دیکھا۔

راویان حدیث (۱۱۳) عبدالرحمن بن مہدی اور (۱۱۴) ابراہیم بن نافع المکی کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایات باب میں تطبیق :

حضور اقدس ﷺ کے بالوں سے متعلق چونکہ روایات میں اختلاف ہے اس لئے ملا علی قاری

تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں فہذہ ست روایات الاولی نصف اذنیہ الثانیۃ الی شحمة اذنیہ الثالثة بین اذنیہ وعاتقہ الرابعة انه یضرب منکیہ الخامسة قریب منه السادسة له اربع غدائر یعنی (بالوں کی درازی سے متعلق)۔

یہ کل چھ روایات ہیں پہلی روایت میں ہے کہ بال مبارک دونوں کانوں کے نصف تک تھے، دوسری روایت: کانوں کی لوتک تھے، تیسری روایت: کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے، چوتھی روایت: شانوں سے لگے ہوئے تھے، پانچویں روایت: شانوں کے قریب تھے، چھٹی روایت: اس کے چار مینڈھنیاں تھیں۔  
شیخ ابراہیم البجوری تطبیق و توفیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقد جمع القاضی عیاض بینہما بان من شعرہ ما کان فی مقلع رأسہ وهو الذی بلغ نصف اذنیہ وما بعدہ وهو الذی بلغ شحمة اذنیہ والذی یلیہ هو الکائن بین اذنیہ وعاتقہ وما کان خلف الراس هو الذی یضرب منکیہ او یقرب منه وجمع النووی تبعاً لابن بطال بان الاختلاف کان دائراً علی حسب اختلاف الاوقات فی تنوع الحالات فاذا قصرہ کان الی انصاف اذنیہ ثم یطول شیئاً فشیئاً واذ غفل عن تقصیرہ بلغ الی المنکیب فعلی هذا ینزل اختلاف الرواة فکل واحد اخبر عما راہ فی حین من الاحیان وکل من ہذین الجمعین لا یخلو عن بعد اما الاول فلان الظاہر ان من وصف شعرہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد مجموعہ او معظمہ لا کل قطعتمنہ واما الثانی فلانہ لم یرد تقصیر الشعر منه صلی اللہ علیہ وسلم الا مرة واحدة کما وقع فی الصحیحین فالاولی الجمع بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حلق رأسہ فی عمرتہ وحتتہ وقال بعض شراح المصابیح لم یحلق النبی رأسہ فی سنی الهجرة الا فی عام الحدیث ثم عام عمرة القضاء ثم عام حجة الوداع فاذا کان قریباً من الحلق کان الی انصاف اذنیہ ثم یطول شیئاً فشیئاً فیصیر الی شحمة اذنیہ و بین اذنیہ وعاتقہ وغایة طولہ ان یضرب منکیہ اذا طال زمان ارسالہ بعد الحلق فاخبر کل واحد من الرواة عما راہ فی حین من الاحیان واقصرها ما کان بعد حجة الوداع فانه توفی بعلہا بثلاثة اشهر (مواہب ص ۴۹) یعنی قاضی عیاض نے ان روایات کو اس طرح جمع کیا ہے کہ سر مبارک کے اگلے حصہ پر جو بال تھے وہ کانوں کے نصف تک پہنچے ہوئے تھے اس

سے متصل بال کانوں کے لو تک پہنچے ہوئے تھے اس کے نیچے حصہ کے بال کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے جبکہ سر کے پیچھے حصہ کے بال شانوں سے لگے ہوئے تھے یا ان کے قریب تھے۔ علامہ نوویؒ نے ابن بطال کی متابعت میں یوں تطبیق دی ہے کہ حالات اور اوقات کے اختلاف کی وجہ سے روایات میں اختلاف ہوا۔ پس جب آپؐ قصر فرماتے تو کانوں کی نصف تک ہوتے پھر تھوڑے تھوڑے بڑھ جاتے اور جب آپؐ بالوں کی قصر پر توجہ نہ دیتے تو وہ بڑھ کر کبھی کندھوں تک پہنچ جاتے اس طرز عمل کی وجہ سے راویوں میں بھی اختلاف ہوا، لہذا جس راوی نے آپؐ کے بالوں کو جس حالت (قصر یا درازی) پر دیکھا، اس طرح اس کو بیان کیا تاہم مذکورہ دونوں تطبیقات بعد سے خالی نہیں ہیں پہلی تطبیق تو اس وجہ سے کہ جس راوی نے آپؐ کے بالوں کی صفت بیان کرنا چاہی تو اس نے آپؐ کے مجموعی یا اکثر بالوں کی صفت بیان کی ہے نہ کہ سر کے ہر حصہ کے بالوں کی اور دوسری تطبیق میں بعد یوں ہے کہ آپؐ سے قصر ایک مرتبہ ثابت ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ اب مختلف روایات میں جمع اور تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آپؐ نے حج و عمرہ میں بالوں کا حلق فرمایا۔ مصابیح کے بعض شراح فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے سالوں میں سر کا حلق نہیں فرمایا البتہ حدیبیہ کے سال حلق فرمایا تھا پھر عمرۃ القضاء کے سال اور آخر میں حجۃ الوداع کے موقع پر حلق فرمایا پھر اگر حلق کرنے کے بعد کا زمانہ قریب ہوتا یعنی تھوڑا تو پھر وہ کانوں کے نصف تک ہو جاتے۔ پھر ہوتے ہوتے بال بڑھ جاتے تو کانوں کی لو تک پہنچ جاتے، پھر کانوں اور کندھوں کے درمیان تک پہنچ جاتے اور آپؐ کے بالوں کی زیادہ سے زیادہ درازی جب حلق کرنے کے بعد زیادہ وقت گزر جاتا، اتنی ہوتی کہ وہ شانوں تک پہنچ جاتے، تو ہر راوی نے جس وقت، جس حالت میں آپؐ کے بال دیکھے اس کے بارے میں اسی طرح خبر دی حجۃ الوداع کے بعد آپؐ کے بال سب سے زیادہ چھوٹے تھے کیونکہ حجۃ الوداع کے تین مہینے بعد آپؐ کا انتقال ہو گیا۔

## بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْجُلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ! حضور اقدس ﷺ کے بالوں میں کنگھی کرنے کا بیان

### احادیث باب کا مضمون:

اس باب میں حضور اقدس ﷺ کے مانگ نکالنے، کنگھی کرنے، تیل لگانے، سر اقدس کے مبارک بالوں کو پاک صاف اور آراستہ کرنے وغیرہ کی کیفیات کا ذکر خیر ہے۔  
 تَرْجُلٌ اور رَجَلٌ باب تَفَعَّلٌ اور تَفَعِيلٌ دونوں سے آتا ہے۔ تَرْجُلٌ کا لغوی معنی پیدل چلنا اور تَرْجِيلٌ کا معنی کنگھی کرنا ہے اسی کو تَسْرِيحُ الشَّعْرِ بھی کہتے ہیں یعنی کنگھی پھیر کر بالوں کو سنوارنا رَجَلٌ کا ایک معنی باندھنا بھی ہے کہتے ہیں رَجَلْتُ شَاةً یعنی میں نے بکری باندھی۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ التَّرجُلُ والتَّرجِيلُ تَسْرِيحُ الشَّعْرِ وَتَنْظِيفُهُ وَتَحْسِينُهُ (جمع ص ۹۹) یعنی تَرْجُلٌ اور تَرْجِيلٌ دونوں کا معنی ہے بالوں میں کنگھی کرنا ان کو صاف کرنا اور سنوارنا۔ بعض احادیث میں لفظ تَرْجِيلٌ (باب تَفَعِيلٌ) کے آنے کے باوجود مصنف نے ترجمۃ الباب میں تَرْجُلٌ (باب تَفَعَّلٌ) کو اختیار فرمایا ہے یہ دونوں کے ترادف کو اشارہ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس باب میں وارد احادیث میں باب تَفَعَّلٌ زیادہ استعمال ہوا ہے۔

کنگھی کرنا مندوب ہے:

علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ تَرْجُلٌ بابِ نِظَافَةٍ سے ہے یعنی بالوں کا صاف ستھرا رکھنا درست کرنا، کنگھی دینا ستھرا پن ہے اور یہ مندوب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے - خذوا زینتکم عند کل مسجد (سورہ اعراف ۳۱) (لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت) اور یہ کہ ظاہر باطن کا عنوان اور ترجمان ہوتا ہے ظاہر صاف ہوگا تو باطن متاثر ہوگا۔

حضور اقدس ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ النظافة من الايمان (پاکیزگی ایمان میں سے ہے) اور ایک ارشاد یہ بھی ہے ان اللہ تعالیٰ نظیف يحب النظافة وفي خبر ابی داؤد من كان له شعر فليكرمه (مواہب ص ۴۹) اللہ تعالیٰ پاک و صاف ہے اور صفائی، ستھرائی کو پسند کرتے ہیں ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جس کے بال ہوں تو اسے ان بالوں کی حفاظت کرنی چاہئے۔ مؤطا میں روایت ہے عن عطاء بن يسار ان رسول الله ﷺ

رای رجلا ثائر الشعر واللحية فإشار اليه باصلاح راسه ولحيته (جمع ص ۱۰۰) عطاء بن يسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے تو آپ نے اسے سر اور داڑھی کے بالوں کو درست کرنے کا فرمایا۔ واما ماورد من النهی عن الترجيل فهو نهی عن المبالغة لاعن الاصل (احصاف ص ۷۱) یعنی کنگھی کرنے سے جو ممانعت آئی ہے تو وہ اس میں مبالغہ کرنے سے منع کیا گیا ہے نہ کہ اصل کنگھی کرنے سے اس ترجمہ الباب کے تحت مصنف نے پانچ احادیث درج فرمائی ہیں۔

(۳۱/۱) حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أُرْجِلُ رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ .

ترجمہ! ہمیں اسحق بن موسیٰ انصاری نے بیان کیا۔ انہیں معن بن عیسیٰ نے بیان کیا۔ انہیں بیان کیا مالک بن انس نے ہشام بن عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت بیان کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے بالوں میں کنگھا کرتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

راویان حدیث (۱۱۵) اسحاق بن موسیٰ اور (۱۱۶) معن بن عیسیٰ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## حالتِ حیض میں خدمتِ زوج کا شرعی حکم:

قالت كنت ..... أم المؤمنين سيدة عائشة صدیقه فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی اس حال میں کہ میں حائضہ ہوا کرتی یعنی ایام ماہواری میں ہوتی۔

وانا حائض ! یہ جملہ حالیہ ہے۔ حائضہ (بہ صیغہ مؤنث) شاذ و نادر استعمال ہوتا ہے کیونکہ علامت تانیث تو تذکیر و تانیث میں فرق کے لئے آتی ہے عند خوف اللبس (التباس کے اندیشہ کے وقت) جبکہ یہاں خود التباس ہے ہی نہیں۔ کیونکہ حیض تو خاص ہے عورتوں کے ساتھ۔ فلا حاجة الى علامة التانیث الفارقة (مناوی ص ۱۰۰) لہذا فرق کرنے کے لئے علامت تانیث کی ضرورت نہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے ساتھ سوائے ہمبستری (مباشرت) کے مخالطت جائز ہے۔ علامہ شامی اس مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”حیض کی حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا جائز نہیں۔۔۔ نیز ناف سے گھٹنے تک حصہ کو برہنہ دیکھنا بھی جائز نہیں“ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۶) نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ سر میں کنگھی کرنا مستحب ہے اور یہ خدمت اپنی عورت سے لینا جبکہ وہ حالتِ حیض میں ہو، تب بھی جائز ہے۔

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں وفيه حل استخدامها في غسل وطبخ وخبز وغيرها برضاها لا بلونه لان الواجب عليها تمكينه وملازمة بيته فحسب (مناوی ص ۱۰۱) یعنی اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنی عورت سے بدن دھلوانے اور کھانے پکانے کی خدمت لینا (اس کی رضامندی سے) جائز ہے۔ اس لئے کہ بیوی پر تو صرف خاوند کے گھر میں رہنا اور اس کو مباشرت پر قدرت دینا لازم اور ضروری ہے۔



## ایک تعارض اور اس کا جواب:

یہ بات تو آغازِ باب میں عرض کر دی گئی کہ ترجمل بابِ نظافت سے ہے یعنی صفائی، طہارت اور پاکیزگی شریعت میں مطلوب ہے بظاہر اس کا البذافۃ من الایمان (سادگی ایمان) کی علامات (سے ہے) اور رب اشعث اغبر لو اقسام علی اللہ لابرہ (کبھی ایک پراگندہ بال اور غبار آلود شخص اگر اللہ کے نام پر قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیتا ہے) سے تعارض معلوم ہوتا ہے اس کی تطبیق بھی کسی حد تک اس سے قبل عرض کر دی گئی مگر یہاں ذرا تفصیل سے وضاحت مقصود ہے۔

حضراتِ محدثین کرام نے ان روایات میں تطبیق کی صورت یوں بنائی ہے کہ بذافۃ کا معنی ہر وقت اور ہر حال میں گندہ رہنے کے نہیں ہیں بلکہ مراد سادگی ہے اور سادہ رہنا اور سادگی نظافت کے منافی نہیں ہے اسی طرح دوسری حدیث رب اشعث اغبر الخ سے بھی یہ مراد نہیں کہ اشعث اور اغبر رہنا باعثِ فضیلت ہے یا محمود ہے بلکہ حدیث میں ایسے شخص کے اخلاص اور للہیت کا بیان ہے کہ اس کا ظاہر تو فقر و غربت و ناداری کا ہے مگر باطن صفائی میں عظیم تر ہے اگر ایک شخص کو باطنی صفائی حاصل ہے مگر وہ اپنے ظاہری حالات اور مجبور یوں کے پیش نظر سادگی سے رہتا ہے اور رب اشعث اغبر الخ کا مصداق ہے پھر تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ سادگی نظافت کے ساتھ ہو تو وہ مطلوب ہے

(۳۲/۲) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيسَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ صَبِيحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ هُوَ الرَّقَاشِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهِ وَتَسْرِيحَ لِحْيَتِهِ وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتَّىٰ كَانَ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زِيَّاتٍ .

ترجمہ! ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی وکیع نے۔ اُن کو خبر دی ربیع بن صبیح نے یزید بن ابان رقاشی کے حوالے سے۔ وہ روایت بیان کرتے ہیں انس بن مالک سے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا

استعمال فرماتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کے کثرت استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہوں۔  
راویان حدیث (۱۱۷) یوسف بن عیسیٰ (۱۱۸) ربیع بن صبیح اور (۱۱۹) یزید بن ابان کے حالات ”تذکرہ راویان شمال ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### حضور اقدس ﷺ کا تیل، کنگھی کرنا:

قال کان رسول اللہ ﷺ یكثر دهن رأسه وتسريح لحيته... حضور اقدس ﷺ سر کے بالوں میں کثرت سے تیل لگاتے تھے اور داڑھی مبارک میں کنگھی فرمایا کرتے تھے۔  
یکثر اکثار سے ہے واللہن مایلہن بہ من زیت وغیرہ (مناوی ص ۱۰۲) (علامہ مناوی دھن کا معنی یہ لکھتے ہیں کہ جو چیز بطور تیل لگانے کے استعمال کی جائے چاہے تیل ہو یا کوئی دوسری چیز) دھن اگر دال کے فتح کے ساتھ ہو تو مصدر ہے بمعنی تیل لگانے کے اور اگر دال کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اسم جامد ہے بمعنی ”تیل“ کے تو اس وقت مضاف محذوف ہوگا۔ ای استعمال دھن رأسہ (یعنی وہ لفظ استعمال ہے مطلب یہ کہ آپ ﷺ اپنے سر مبارک میں تیل زیادہ استعمال کیا کرتے تھے) مقصود عام حالات کا بیان ہے یہ نہیں کہ ہر روز اور بالالتزام ایسا کرتے تھے لہذا جن روایات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ بالالتزام کی نفی پر محمول ہے کہ استعمال دھن کو لوگ اپنے یومیہ معمول میں لازمی طور پر شریک نہ کر لیں۔ تسریح کا معنی چرانا، چھوڑ دینا، رخصت کرنا، طلاق دینا، آسان کرنا، کھول دینا جب بالوں کے ساتھ تسریح آئے تو مراد کنگھی کرنا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں والمراد تمشیطها وارسال شعرها وحلها بمشطها (جمع ص ۱۰۲) یعنی تسریح سے مراد بالوں میں کنگھی کرنا اور کنگھی سے اسے کھولنا، پھیلانا۔ اس سلسلہ میں ملا علی قاری نے متعدد احادیث بھی نقل کی ہیں۔

(۱) عن انس قال کان رسول اللہ ﷺ اذا اخذ مضجعه من اللیل وضع له سواکہ وطهورہ ومشطہ فاذا هبه اللہ عزوجل من اللیل استاک وتوضا وامتشط

(جب آپ رات کو آرام فرمانے کے لئے لیٹ جاتے تو آپ کے لئے مسواک، پانی اور کنگھی تیار رکھی جاتی تھی، جب آپ رات کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں اٹھ کھڑے ہوتے تو مسواک فرماتے، وضو کرتے اور کنگھی کرتے)۔

(۲) عن عائشةؓ قالت خمس لم يكن النبي ﷺ يدعهن في سفر ولا حضر المرأة

والمكحلة والمشط والمدراء (وفى رواية وقارورة دهن بدل المدراء) والسواك  
(حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں آپ کے ساتھ سفر و حضر میں ہمیشہ رہتی تھیں آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، ڈھیلا۔ اور ایک روایت مدراء کے بجائے تیل کی شیشی کا ذکر ہے۔ پانچویں چیز مسواک۔

(۳) عن عائشةؓ قالت كان لا يفارق رسول الله ﷺ سواكه ومشطه و كان

ينظر في المرأة اذا سرح لحيته (جمع ص ۱۰۲) یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مسواک اور کنگھی ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوتے، جب آپ داڑھی میں کنگھی فرماتے تو آئینہ میں دیکھتے۔

## القناع کا استعمال:

ویکثر القناع، قناع نقاب گھونگھٹ، اوڑھنی، دوپٹہ اور سر بند کو کہتے ہیں خرقة تلقی علی الراس تحت عمامة بعد استعمال الدهن وقایة للعمامة من اثر الدهن واتساخها به شبيه بقناع المرأة. (جمع ص ۱۰۲) (وہ کپڑا جو تیل استعمال کرنے کے بعد عمامہ کے نیچے سر پر رکھا جاتا ہے، تاکہ عمامہ تیل کے اثرات اور میل کچیل سے محفوظ رہے، یہ عورت کے نقاب کی طرح تھا) حضور اقدس ﷺ تیل لگانے کے بعد اسے کثرت سے استعمال فرماتے تھے عرب بھی عموماً گرم آب و ہوا کی وجہ سے باہر نکلتے وقت سر پر رومال وغیرہ ڈال لیا کرتے تھے جو نیچے گردن تک ڈھانپ لیا کرتا تھا جس سے وہ لوگ لٹو لگنے سے محفوظ رہتے تھے حضور اقدس ﷺ سر پر کثرت سے تیل استعمال کرتے تو تیل لگانے کے بعد عمامہ کے نیچے کپڑے کا استعمال کا معمول تھا۔

## ثوبِ زیات سے تشبیہ پر اعتراض کے جوابات:

کأن ثوبه ثوب زیات . زیات زیتون کے تیل بنانے والے اور بیچنے والے کو یا مطلق تیل بنانے کو کہتے ہیں یعنی آپؐ کا سر مبارک پر ڈالا ہوا کپڑا تیلی کے کپڑے کی طرح تیل آلود نظر آتا تھا۔ بظاہر اس روایت پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ تو طیب اور نظیف تھے اور حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ یحب النظافة یعنی نظافت کو تو پسند ہی کرتے تھے جبکہ روایت زیر بحث میں ہے کہ آپؐ کے سر کا کپڑا ثوبِ زیات کی طرح تیل آلود اور میلا کچھلا ہوتا تھا۔

شارحین حدیث اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ

(۱) اولاً یہ روایت ہی کمزور ہے اور اس کے بعض راویوں میں کلام کیا گیا ہے۔  
راویوں کے متکلم فیہ ہونے کی وجہ سے اگر اس روایت کو ضعیف تسلیم کر لیا جائے پھر تو مزید جواب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

(۲) بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ بھی ایک اصول ہے کہ اگر راوی متکلم فیہ ہے یا ضعیف ہے مگر وضاع اور کذاب نہیں ہے تو اس کی روایت کو تسلیم کر لیا جانا چاہیے اس صورت میں محدثین حضرات یہ توجیہ کرتے ہیں کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپؐ کا صرف وہ رومال، جو آپؐ عمامے کے نیچے باندھا کرتے تھے مراد ہے تو صرف سر کے رومال کی آلودگی سے (اور وہ بھی جو صرف پاک تیل سے آلودہ ہو) آپؐ کی مجموعی نظافت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۳) رومال کے استعمال کا مقصد بھی تو نظافت تھا کہ عمامہ آلودگی سے محفوظ رہے۔

(۴) ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ حدیث میں کأن ثوبه ثوب زیات (کہ آپؐ کے کپڑے تیلی کے کپڑوں جیسے ہوتے) آیا ہے مقصد یہ ہے کہ آپؐ کا کپڑا تیلی کے کپڑے کے ساتھ مشابہ تھا کہ تیل لگنے سے کپڑے کا رنگ بدل جاتا تھا اور اس پر تیل کا اثر نمایاں ہوتا تھا اور کسی کپڑے پر تیل کے اثر کے نمایاں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ میلا کچھلا

بھی ہو یا اس سے کسی کی طہارت و نظافت بھی متاثر ہو۔

(۳۳/۳) حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَحِبُّ التَّيْمَنَ فِي طُهُورِهِ إِذَا تَطَهَّرَ وَفِي تَرْجُلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ وَفِي انْتَعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ .

ترجمہ! ہمیں ہناد بن سری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابوالاحوص نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت اشعث بن ابی الشعثاء سے اور انہوں نے اپنے باپ سے بیان کی ہے وہ مسروق سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے یہ روایت اخذ کی ہے آپؐ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنے وضو کرنے میں کنگھی کرنے میں جوتا پہننے میں دائیں کو مقدم رکھتے تھے یعنی پہلے دائیں جانب کنگھا کرتے پھر بائیں جانب۔

راویان حدیث (۱۲۰) ابوالاحوص (۱۲۱) اشعث (۱۲۲) عن ابیہ اور (۱۲۳) مسروق بن اجدع کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## تیامن کی فضیلت:

قالت ان كان رسول الله ﷺ ليحب التيمنَ كحضور اقدس ﷺ دائیں طرف کو پسند فرماتے تھے۔ یہاں اِنْ مَخْفَفَةٌ مِنَ الْمُثْقَلَةِ ہے اس کا اسم ضمیر شان ہے جو محذوف ہے یعنی انہ لیحب، اس میں لام دلیل ہے کہ اِنْ نَافِيَةٌ نَهْمِ بَلْكَ مَخْفَفَةٌ هِيَ وَاللَّامُ فِي قَوْلِهِ لِيَحِبُّ هِيَ الْفَارِقَةُ بَيْنَ الْمَخْفَفَةِ وَالنَّافِيَةِ (مواہب ص ۵۱)۔ (اور لیحب خبر پر لام کا داخل ہونا یہی ان مخففہ من المثقلہ اور ان نافیہ کے درمیان فرق کرنے والا ہے) تیامن کا معنی یہ ہے کہ افعال میں دائیں طرف سے شروع کیا جائے خواہ دایاں ہاتھ ہو دایاں پاؤں ہو یا دایاں جانب۔ حضور اقدس ﷺ تیامن کو پسند فرماتے تھے البتہ التیامن فیما لہ شرف و کرامۃ (مناوی ص ۱۰۴) یعنی قابل تعظیم چیزوں میں تیامن کو پسند فرماتے تھے۔ ابوداؤد میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے فرماتی ہیں۔

كانت يد رسول الله صلى الله عليه وسلم اليمنى لظهوره وطعامه وكانت اليسرى لخلاته وما كان من اذى (رسول الله ﷺ) داياں ہاتھ کھانے، پینے جیسے امور میں استعمال فرماتے تھے جبکہ بائیں ہاتھ استنجاء اور گھٹیا امور میں استعمال فرماتے۔ شیخ ابراہیم البجوری فرماتے ہیں ولذالك قال النووي قاعلة الشرع المستمرة استحباب البداءة باليمين في كل ما كان من باب التكريم وما كان بضده فاستحب فيه التياسر (مواهب ص ۵۱) یعنی علامہ نووی اس روایت کی بنیاد پر فرماتے ہیں کہ شریعت کا ہمیشہ سے یہ قاعدہ رہا ہے کہ جو کام قابل قدر ہو، اس کو دائیں ہاتھ / طرف سے شروع کرنا مستحب ہے اور جو اس کے برعکس امور ہیں تو ان کو بائیں ہاتھ / طرف سے شروع کرنا مستحب ہے۔

### شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی توضیح :

محدث کبیر امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ الحدیث استاذی الکریم حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے۔ کہ چونکہ قدرتی طور پر بعض امور افعال اور اشیاء حقیر خسیس اور گھٹیا پیدا کیے گئے ہیں اور بعض شریف اور اچھے اور اعلیٰ۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دائیں ہاتھ کو بائیں سے افضل بنایا ہے مقصود دائیں ہاتھ کی تکریم اور بائیں ہاتھ پر فضیلت دینا ہے جیسے قرآن میں اہل جنت کو اصحاب الیمین (دائیں ہاتھ والے) اور اہل جہنم کو اصحاب الشمال (بائیں ہاتھ والے) کہا گیا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے بھی دائیں ہاتھ کو طعام اور کھانے پینے کے لئے استعمال فرمایا اور استنجاء و نجاست اور اعضاء فاحشہ کے مس کرنے سے محفوظ رکھا۔ بائیں ہاتھ کو نجاست اور بدن کی صفائی کے لئے مقرر فرمایا بلکہ شریعت نے تو مطلق نیکی اور خیر کے جملہ امور مثلاً کپڑے پہننا، مسجد میں داخل ہونا، کنگھی کرنا، روٹی کھانا وغیرہ میں تیا من کو تفضیل و تقدیم دی ہے۔

اس طبعی اور خلقی اور شرعی فطرت کے پیش نظر ضروری ہے کہ امور شریفہ کو اعضائے شریفہ سے اور امور خسیسہ کو اعضائے خسیسہ سے انجام دیا جائے۔ اس کا ترک گویا ایک امر مستحبہ اور وضع الہیہ کا ترک ہے جو اساءت اور قباحت ہے۔ (حقائق السنن ص ۱۷۳)

## اختیارِ تیامن کی بعض دیگر توجیہات:

شارحین نے لیحب التیمن کی بھی متعدد وجوہات لکھی ہیں۔

(۱) حضور اقدس ﷺ سے فال نیک سمجھتے تھے کہ واصحاب الیمین اهل الجنة یؤتون کتبہم بایمانہم . یعنی اصحاب الیمین (اہل جنت) کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے

(۲) عدل کا تقاضا ہے جو چیز جس کام کے لئے بنی ہے اسے اسی کام میں استعمال کیا جائے۔ دایاں ہاتھ اس کا مقتضی ہے کہ اسے کار خیر اور شرافت کے کاموں میں اور تزیین و جمال کے کاموں میں استعمال کیا جائے اور بائیں ہاتھ کو نظافت، صفائی اور استنجی میں استعمال کیا جائے ورنہ ظلم ہوگا اور ظلم وضع الشئی فی غیر موضعه (کسی چیز کو اس کی اصل جگہ اور مقام میں استعمال نہ کرنے) کو کہتے ہیں

(۳) امام بخاریؒ نے اپنی روایت میں ما استطاع (جتنی قدرت ہو) کا اضافہ کیا ہے یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ تیامن پر محافظت اور مداومت تب تک مطلوب ہے جب تک کوئی مانع نہ ہو فنبہ علی المحافظة علی ذلک مالہ یمنع مانع (جمع ص ۱۰۴) یعنی تیامن پر مواظبت اس وقت تک ہے جب تک کہ کوئی مانع نہ ہو۔

## عملِ تیامن میں وسعت:

فی طہورہ اذا تطہر وفی ترجلہ اذا ترجل وفی انتعالہ اذا تنعل یعنی تیامن کو پسند فرماتے، طہارت میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طہارت فرماتے اور کنگھی کرنے میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرتے اور جوتا پہننے میں جب آپ جوتا پہننے۔

اذا تطہر ای وقت اشتغاله بالطہارة وہی اعم من الوضوء والغسل . وانما اتی بذلک لیدل علی تکرار المحبة بتکرار الطہارة (مواہب ص ۵۱) یعنی طہارت میں مشغول ہونے کے وقت، طہارت کا لفظ وضو اور غسل کو عام ہے اور طہارت کا صیغہ مکرر لائے، اس کی پسندیدہ عمل ہونے پر دلالت کرنے کے لئے واذا فی الحدیث لمجرد

الظرفية والمعنى في وقت اشتغاله بالطهارة وهو شامل للوضوء والغسل والتيمم (جمع ص ۱۰۴) (حدیث میں "اذا" کا لفظ صرف ظرفیت کے لئے ہے اور معنی یہ ہے کہ طہارت میں مشغول ہونے کے وقت آپ دایاں ہاتھ استعمال فرماتے اور طہارت کا لفظ وضو، غسل تيمم کو بھی شامل ہے)

حضور اقدس ﷺ کے تيامن کا معمول ان تین امور میں محدود نہیں تھا بلکہ ہر وہ چیز جو شرف و تکریم کی ہوتی اس میں تيامن کو پسند فرماتے اور جو موجب اہانت ہوتی وہاں یسار اختیار فرماتے جیسا کہ صحیحین میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت ہے۔ عن عائشة قالت كان النبي ﷺ يعجبه التيمن في تنعله وترجله وفي طهوره وفي شانه كله (جمع ص ۱۰۴) (حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو دائیں سے شروع کرنا اچھا لگتا تھا جوتے پہننے میں کنگھی دینے میں طہارت کرنے میں اور سب (قابل تعظیم) چیزوں میں)

## ملا علی قاری کی توضیح :

ملا علی قاری نے اس موقع پر تسہیل اور تفصیل سے مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے چنانچہ لکھتے ہیں بل المراد انه كان يحب التيمن في هذه الاشياء وامثالها مما هو من باب التكريم كالاخذ والعطاء ودخول المسجد والبيت وحلق الراس وقص الشارب وتقليم الظفر وشف الابط والاكتمال والاضطجاع والاكل والشرب والاستياك بالنسبة الى الفم واليد جميعاً بخلاف ما لا شرف فيه كخروج المسجد ودخول الخلاء واخذ النعل ونحو ذلك فانه باليسار كرامة لليمين ايضاً (جمع ص ۱۰۴) (مراد یہ ہے کہ ان اشیاء اور ان جیسی چیزوں میں تيامن کو پسند فرماتے تھے جو قابل تکریم ہوتی تھیں جیسے لینا دینا، مسجد اور گھر میں داخل ہونے کے وقت، سر کے حلق کے وقت، موچھیں کتروانے کے وقت، ناخن کاٹنے، رت، بغل کے بال اکھیڑتے وقت، سرمہ لگاتے وقت، بستر پر لیٹنے کے وقت، کھانے پینے کے وقت اور مسواک کرنے میں منہ اور ہاتھ دونوں میں تيامن اختیار فرماتے البتہ جن چیزوں میں کوئی شرف نہیں ہے مثلاً مسجد سے نکلنا، بیت الخلاء میں داخل ہونا،



جو تے اٹھانا اور ان جیسے امور میں بائیں طرف کو اختیار کرتے ان میں دائیں ہاتھ کی کرامت مقصود تھی۔

(۳۴/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غَبًّا ..

ترجمہ! ہمیں محمد بن بشار نے بیان کیا۔ اُن کو خبر دی تھی بن سعید نے ہشام بن حسان کے حوالے سے۔ انہوں نے یہ روایت حسن بصری سے اور انہوں نے صحابی رسول عبد اللہ بن مغفلؓ سے نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کنگھی کرنے کو منع فرماتے تھے مگر گاہے گاہے۔

راویان حدیث (۱۲۴) یحییٰ بن سعیدؒ (۱۲۵) ہشام بن حسانؒ (۱۲۶) حسن بصریؒ اور (۱۲۷) حضرت عبد اللہ بن مغفل کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### تدہین و تسریح میں وقفہ:

قال نہی ... کہ حضور اقدس ﷺ نے متواتر کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر گاہے گاہے یا ایک روز کے وقفہ سے۔۔۔ بہر حال بار بار کنگھی کرنا تکلف ہے اور کنگھی لے کر بیٹھ جانا کا رعبث ہے غباً کا معنی وقتاً بعد وقت (جمع ص ۱۰۷) (وقفہ وقفہ سے) ہے اصل میں غباً اونٹوں کو ایک روز چھوڑ کر دوسرے روز پانی پلانے کے لئے استعمال ہوتا ہے پھر کسی کام کے ایک وقت کرنے دوسرے وقت ترک کر دینے ایک روز انجام دینے اور دوسرے روز چھوڑ دینے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ علامہ مناویؒ لکھتے ہیں کہ اصلہ ورود الابل الماء یوماً وترکہ یوماً ثم استعمل فی فعلہ حیناً وترکہ حیناً فی فعلہ یوماً وترکہ یوماً (مناوی ص ۱۰۷) جیسا کہ حدیث میں زرغباً تزدد حباً (وقفہ وقفہ سے ملاقات کیا کرو کہ اس سے محبت بڑھتی ہے) سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ حضور اقدسؐ نے ہمیشہ اور متواتر تدہین (تیل لگانے) اور تسریح شعر (کنگھی کرنے) سے منع فرمایا ہے۔

لان مواظبتہ تشعر بشدة الامعان فى الزينة والترفة وذلك شان النساء . ( مواہب ص ۵۲ ) ( اس لئے کہ اس پر مواظبت آرائش و زیبائش میں انہماک کی علامت ہے جو عورتوں کی عادت ہوتی ہے )

### ابن عربیؒ کا ارشاد :

ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ تیل کنگھی میں موالات اور تواتر تصنع ہے اس کا قطعاً چھوڑ دینا تدنس ( میل پچیل کا جمع ہونا ) اور کبھی ترک کبھی اختیار یعنی اغباب سنت ہے۔ موالاتہ تصنع وترکہ تدنس و اغبابہ سنة ( مناوی ص ۱۰۷ )

### شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد :

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ ممانعت تب ہے جب کوئی ضرورت اس کی مقتضی نہ ہو ورنہ کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ ممانعت بطور کراہت تنزیہی کے ہے اور اس کے ساتھ مخصوص ہے کہ جب بالوں میں پراگندگی نہ ہو، پراگندگی کی صورت میں روزانہ کنگھی کرنا مکروہ نہیں ہے ( خصائل )

(۳۵/۵) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ الْأَوْدِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَرَجَّلُ غَبًا ..

ترجمہ! ہمیں حسن بن عرفہ نے بیان کیا انہیں عبدالسلام بن حرب نے بیان کیا۔ انہوں نے یزید بن ابی خالد سے اور انہوں نے ابوالعلاء اودی سے یہ روایت نقل کی۔ انہوں نے یہ روایت حمید بن عبدالرحمن سے اخذ کی اور وہ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ گاہے گاہے کنگھی کیا کرتے تھے۔

راویان حدیث (۱۲۸) حسن بن عرفہ (۱۲۹) عبدالسلام بن حرب (۱۳۰) یزید بن ابی خالد (۱۳۱) ابوالعلاء الاوری (۱۳۲) اور حمید بن عبدالرحمن کے حالات ”تذکرہ راویان

شمال ترمذی "میں ملاحظہ فرمائیں۔

## جب سند میں صحابی مجہول ہو:

عن رجل ! رجل سے مراد صحابی رسول ہیں بعض حضرات نے کہا کہ وہ حکم بن عمرو ہیں بعض نے کہا عبداللہ بن سر جس ہیں بعض نے کہا ابن مغفل ہیں۔ روایت کی سند میں صحابی کا نام نہیں ہے لہذا یہ روایت بھی مجہول شمار ہوگی تاہم حضرات محدثین کا اصول ہے کہ اگر صحابی سے نیچے والا کوئی راوی مجہول ہے تو روایت کا حکم بھی مجہول کا ہوگا اور اگر کسی صحابی کا نام نہیں ہوگا اور اس سے روایت ہوگی تو یہ روایت معتبر ہوگی اور صحابی کا نام مجہول ہونے کے باوجود 'مجہول راوی کا حکم نہیں لگایا جائے گا روایت ثقہ تسلیم ہوگی کہ سب صحابہ عدول ہیں اور ان سے کسی غلط بیانی کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ علماء محدثین فرماتے ہیں و ابہام الصحابی لا یضر لان کلہم عدول (مناوی ص ۱۰۷) یعنی روایت میں صحابی کا مبہم ہونا مضر نہیں، اس لئے کہ سارے صحابہ عادل تھے۔

## کنگھی کرنے میں سنت طریقہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یترجل غباً ای کانت عادته انه لا یبالغ فی الترجل بل یفعله یوماً ویترکہ یوماً (مناوی ص ۱۰۸) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے میں مبالغہ نہیں کرتے بلکہ ایک دن کنگھی فرماتے اور ایک دن چھوڑ دیتے۔ وفی رواية النسائی عن حمید بن عبدالرحمن قال لقیتم رجلاً صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما صحبه ابوہریرۃ اربع سنین قال نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمتشط احدنا کل یوم (جمع ص ۱۰۷) (نسائی میں حمید بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ میری ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو آپ کی صحبت میں اس طرح رہا تھا جیسا کہ ابوہریرہؓ، وہ شخص کہنے لگا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ہم ہر روز کنگھی کریں) خلاصہ یہ کہ ہر روز کنگھی کرنے کے بجائے درمیان میں وقفہ بھی کیا جائے۔

## بَابُ مَا جَاءَ فِي شَيْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس ﷺ کے سفید بالوں کے آجانے کے بیان میں

اس باب میں مصنف نے آٹھ (۸) حدیثیں ذکر فرمائی ہیں ای باب ماجاء فی الاخبار الواردة فی تحقیق شیبہ (مناوی ص ۱۰۸) (یعنی باب ان احادیث کے متعلق جو آپ کے شیب (بالوں کی سفیدی) کے بارے میں وارد ہوئی ہیں) موضوع ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے بیان یہ کیا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہوئے تھے یا نہیں؟ سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی آئی تھی یا نہیں؟ اور اگر آئی تھی تو کس قدر؟ کیا آپ نے ان میں خضاب لگایا تھا؟ اور ان مبارک بالوں کی سفیدی خوفِ خدا کی وجہ سے تھی، اس باب میں ان باتوں کی تفصیل ہے۔

### شيب کا معنی اور آثار:

الشيب اور الشيبة دونوں مصدر ہیں وهو ابيضاض الشعر الاسود ويطلق على الشعر الابيض يقال رجل اشيب والمشيب الدخول في حد الشيب (اتحافات ص ۷۶) یعنی الشيب کا مطلب کالے بالوں کا سفید ہونا، یہ لفظ سفید بالوں پر بولا جاتا ہے، کہا جاتا ہے سفید بالوں والا مرد اور مشيب بڑھاپے کی عمر میں داخل ہونے کو کہتے ہیں۔ ویوخذ من القاموس انه يطلق على بياض الشعر وعلى شعر الابيض (مواہب ص ۵۳) (اور قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ شيب کا اطلاق بالوں کے سفید ہونے پر اور سفید بالوں پر ہوتا ہے)

باب شيب کو باب الشعر کے بعد لائے لانہ من عوارضہ (جمع ص ۱۰۸) (اسلئے کہ سفیدی بالوں کے عوارض میں سے ہے)

اور ترجل کے بعد لائے لان الترجل عمل يقتدى به فيه (مواہب ص ۵۳) (اس لئے کہ

ترجّل (کنگھی کرنا) ایسا عمل ہے جو بالوں ہی میں ہوگا) وَاخِرَ الْمَصْنَفِ الشَّيْبُ عَنْ  
الْتِرْجَلِ لَانَ التِّرْجَلِ سَنَةَ (اتحافات ص ۷۶) یعنی مصنف نے شیب (سفید بالوں) کا بیان  
”باب التِّرْجَلِ“ سے مؤخر کیا اس لئے کہ تِرْجَلِ (کنگھی کرنا) سنت ہے۔ شیب کا لغوی  
معنی بالوں کی سفیدی ہے جو بڑھاپے کے آثار میں سے ہے ویسے جب بڑھاپے کے آثار  
شروع ہو جائیں تو ہر ایک چیز کا اپنا نام ہے بدن میں ضعف آجائے تو ہرم کہلاتا ہے  
بالوں میں سفیدی آجائے تو شیب ہے دماغ میں خلل پڑ جائے تو خرف ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں وَالْمَتَحَصَّلُ مِنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّ شَيْبَهُ ﷺ كَانَ فِي  
ثَلَاثَةِ مَوَاضِعَ فِي مَفْرَقِ رَأْسِهِ وَفِي الصَّدْغَيْنِ وَفِي الْعِنْفَقَةِ وَهِيَ مَا بَيْنَ الذَّقْنِ وَالشَّفَةِ  
السُّفْلَى (اتحافات ص ۷۶) یعنی شیب سے متعلق روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے سفید  
بال تین مقامات پر تھے۔

۱۔ سر کے جس حصہ میں مانگ نکالی جاتی ہے

۲۔ کنپٹیوں پر

۳۔ ریش بچہ میں، جو ٹھوڑی اور نیچے ہونٹ کے درمیان میں ہوتا ہے

اسی پر علماء امت کا اتفاق ہے علامہ زرقانی فرماتے ہیں بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے  
کہ آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں کل سترہ یا اٹھارہ سفید بال تھے۔

**موئے مبارک اور حضرت ام سلمہؓ کا معمول :**

حضور اقدس ﷺ کے بال، متبرک اور مبارک تھے تبرک اور حصول برکات کے لئے صحابہ  
کرامؓ اور امہات المؤمنینؓ اسے اپنے پاس رکھتے تھے۔

بخاری شریف اور مشکوٰۃ میں ہے حضرت عثمان بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے  
مجھ کو پانی کا پیالہ دے کر امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہؓ کے پاس بھیجا اور اس کا یہ عام معمول  
بھی تھا کہ جب کبھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی مریض ہوتا تو میری اہلیہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت  
امّ سلمہؓ کے پاس بھیج دیا کرتی کیونکہ ان کے پاس آپ کا موئے مبارک تھا فأخرجت  
مِنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ تَمْسُكُهُ فِي جِلْجَلٍ مِنْ فِضَّةٍ

فخصخصته له فشرب منه تو حضور اقدس ﷺ کے موئے مبارک کو نکال لیتیں جو چاندی کی نلی میں رکھا ہوا ہوتا تھا اور پانی ڈال کر وہ پانی پلا دیتیں تھیں مریض وہ پانی پی لیتا جس سے اس کو شفا حاصل ہو جایا کرتی تھی۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹۱)

## صحابہ کرامؓ کی موئے مبارک سے محبت :

صحابہ کرامؓ کو حضور اقدس ﷺ کے بالوں سے کتنی محبت تھی، کس حد تک عشق تھا مسلم شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والحلاق يحلقه وطاق به أصحابه فمأيريدون أن تقع شعرة إلا في يد رجل کہ میں نے حضور اقدسؐ کو دیکھا کہ جام آپ کے سر مبارک کے بال بنا رہا تھا اور صحابہ کرامؓ آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے وہ یہی چاہتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ کا جو بال بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

اسی طرح بخاری شریف میں حضرت ابن سیرینؒ سے روایت ہے قلت لعبيدة عندنا من شعر النبي صلی اللہ علیہ وسلم أصبناہ من قبل أنس ومن قبل أهل أنس فقال لأن تكون عندي شعرة منه أحب إلي من الدنيا وما فيها یعنی میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور اقدس ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انسؓ یا اہل انسؓ سے پہنچے ہیں تو عبیدہ نے فرمایا میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا دنیا و ما فیہا سے محبوب تر ہے۔ (صحیح البخاری جلد اول ص ۲۹۔ نور محمد اصح المطابع دہلی)

(۳۶/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَنْسِ بْنِ مَالِكٍ هَلْ خَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَلْغُ ذَلِكَ إِنَّمَا كَانَ شَيْئًا فِي صُدْغِيهِ وَلَكِنْ أَبُو بَكْرٍ خَضِبَ بِالْحِنَاءِ وَالْكَتَمِ ..

ترجمہ! ہمیں محمد بن بشار نے بیان کیا۔ ان کو ابو داؤد نے خبر دی۔ انہوں نے ہمام سے اور ہمام نے قتادہ سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ حضور اقدسؐ

خضاب کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کے بالوں کی سفیدی اس مقدار ہی کو نہ پہنچی تھی کہ خضاب کی نوبت آتی۔ سفیدی حضور اقدس ﷺ کے صرف دونوں کنپٹیوں میں تھوڑی سی تھی البتہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کتم سے خضاب فرمایا کرتے تھے۔  
راویان حدیث (۱۳۳) ابوداؤد الطیالسیؒ اور (۱۳۴) ہمام بن یحییٰ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### کیا حضور اقدس ﷺ نے خضاب لگایا تھا:

قال قلت لأنس بن مالک هل خضب رسول الله صلى الله عليه وسلم - قتادهٌ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے دریافت کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تھا؟  
هل غير بياض رأسه ولحيته ولونه بالحناء ونحوه لأن الخضب كالخضاب بمعنى تلوين الشعر بحمرة (مواهب ص ۵۳) (کیا آپ نے سر اور داڑھی کے سفید بال اور اس کا رنگ مہندی وغیرہ سے تبدیل کیا تھا، کہ ”خضب“ کا لفظ خضاب کی طرح ہے بمعنی بالوں کو سرخی سے رنگنا) یہ لفظ خَضَبَ (ضرب) کے باب سے ہے مصدر خضاباً ہے یعنی سفید بالوں کو رنگ دینا۔ پہلے زمانے میں مہندی یا وسمہ سے رنگ دیا کرتے تھے اور کتم نامی ایک بوٹی سے بھی رنگ دیا جاتا تھا۔

### یبلغ میں ضمیر کا مرجع:

قال لم يبلغ ذلك فرمایا اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی (۱) یبلغ میں فاعل کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راجع ہے فالضمیر فی یبلغ راجع للنبی صلی اللہ علیہ وسلم کما قاله بعض الشراح وهو الظاهر (مواہب ص ۵۳) (یبلغ کی مستتر ضمیر کا مرجع حضورؐ ہیں جیسے کہ بعض شارحین نے یہی کہا ہے اور بظاہر یہی مراد ہے)

(۲) ضمیر فاعل شعر کی طرف راجع ہے کیونکہ خَضَبَ کا مفعول شعر محذوف ہے والمحذوف كالمفروض (اور محذوف کا حکم ملفوظ جیسا ہوتا ہے)

(۳) ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں ویجوز أن يكون الضمير المستكن راجعاً الى الشيب

المذکور حکماً بقریۃ خضب ای مابلغ شیبہ ذلک مبلغاً یحتاج إلی الخضاب (جمع ص ۱۰۸) یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (یبلغ میں) ضمیر مستتر شیب کی طرف راجع ہو، جو کہ خضب کے قرینہ سے حکماً مذکور ہے (اب معنی یہ ہوگا کہ) آنحضرت ﷺ کے بالوں کی سفیدی اس مقدار ہی کو نہ پہنچی تھی کہ خضاب کی نوبت آتی۔

### صُدغین میں سفیدی:

إنما کان شیئاً فی صُدغیہ چونکہ صرف آپؐ کنپٹیوں پر کچھ سفیدی آئی تھی اور ان کی بھی صورت یہ تھی کہ ان چند گنے چنے بالوں پر خضاب کی ضرورت ہی نہ تھی تو ظاہر ہے کہ آپؐ جب بھی ان بالوں پر تیل لگاتے تو وہ اوجھل ہو جاتے تھے اور اگر تیل نہ لگاتے تو پھر ظاہر ہوتے۔ وکان إذا دهن لم یتبین فان لم یدهن تبین (جمع ص ۱۰۹)

کان میں ضمیر شیب کی طرف راجع ہے قرینہ یہی ہے کہ خضاب شیب پر کیا جاتا ہے ای انما کان شیئہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً قلیلاً یعنی آپؐ کے بالوں میں سفیدی تھوڑی سی تھی اور بعض نسخوں میں شیئاً کی جگہ شیئاً نقل ہوا ہے۔

صُدغیہ یعنی کنپٹیاں، آنکھ اور کان کے درمیان کی جگہ کو صُدغ کہتے ہیں صُدغیہ تشبہ صُدغ (بالضم) وهو ما بین لحاظ العین إلی أصل الأذن (مواہب ص ۵۳) صُدغیہ کالفظ صُدغ کا تشبیہ ہے اس کا معنی وہ جگہ جو آنکھ کے گوشہ اور کان کی جڑ کے درمیان ہو) جو بال یہاں لٹکے ہوں ان کو بھی صُدغ کہتے ہیں وهو من باب إطلاق المحل وإرادة الحال (جمع ص ۱۰۸) (یہ محل بول کر حال مراد لینے کے قبیل سے ہے) تو گویا یہاں صُدغ محل کا ذکر ہے اور مراد حال (اسی جگہ کے بال) ہیں۔

### صُدغین میں حصر کیوں؟

اس روایت میں تصریح بلکہ کلمہ انما کے ساتھ حصر ہے کہ بیاض صرف صُدغین میں تھا جبکہ بخاری کی روایت میں ہے أن البیاض کان فی عنقته کہ ریش بچہ میں سفید بال تھے۔ اسی طرح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کان فی لحيته شعرات بیض



یعنی داڑھی میں کچھ سفید بال تھے۔ صاحب مواہب نے تصریح کی ہے إنما كان البياض في عنفته وفي الصدغين وفي الرأس نبذ متفرقة (مواہب ص ۵۳) یعنی متفرق طور پر تھوڑے تھوڑے بال ریش بچہ، کنپٹیوں اور سر مبارک میں تھے۔ سوال یہ ہے کہ روایت باب میں کلمہ إنما کا حصر کیوں کر درست قرار پائے گا۔

شارحین حدیث جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ (۱) چونکہ زیادہ سفید بال صدغین پر تھے تو انحصار ان کے اعتبار سے ہوا۔ لحيہ (داڑھی) اور رأس (سر) کے اعتبار سے نہ ہوا۔

(۲) ولعل الحصر في هذه الرواية اضافي فلا ينافي ما في البخاري (مواہب ص ۵۳) (یہ احتمال بھی ہے کہ اس روایت میں حصر اضافی ہو، پس یہ بخاری کی روایت کے منافی نہیں ہے)۔

## خضاب کی نفی و اثبات، تعارض کا جواب:

حضرت انسؓ کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا جبکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ حناء کے ساتھ خضاب کیا کرتے تھے جیسا کہ آئندہ باب الخضاب میں اس کی تفصیل آرہی ہے، محدثین حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ

(۱) حضرت انسؓ کی مراد یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بالوں میں اس قدر سفیدی نہیں تھی کہ خضاب کا احتیاج ہوتا ہو لاینافی الخضاب (جمع ص ۱۰۹) (اور یہ خضاب کرنے کے منافی نہیں) اسی توجیہ سے ابن حجرؒ کی اس توجیہ کا بھی دفعیہ ہو جاتا ہے کہ لم يخضب إنما قاله بحسب علمه (آپ ﷺ نے خضاب نہیں کیا بلکہ) حضرت انسؓ نے اپنے علم کے مطابق یہ بات کہی تھی) کیونکہ حضرت انسؓ سے خضاب کے علم کی نفی ہرگز مناسب نہیں جبکہ وہ تو حضور اقدس ﷺ کے خادم خاص آپ کے ساتھ لازم اور مخلص خدمت گزار تھے ان سے یہ بات بعید ہے کہ حضور اقدس ﷺ خضاب جیسا واضح

عمل کرتے ہوں اور انہیں علم نہ ہو۔

(۲) صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصبغ بالصفرة یعنی میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ زرد رنگ کی مہندی لگا رہے تھے۔

محدثین حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ یحتمل انه صبغ تلک الشعرات القلیلة فی حین من الاوقات وترکہ فی معظم الاوقات فاخبر کل بما رأی وکلاهما صادق یعنی یہ احتمال بھی ہے کہ بعض اوقات آپ نے ان تھوڑے سے سفید بالوں میں مہندی لگائی ہو اور اکثر اوقات اس کو ترک کیا ہو تو ہر راوی نے جس طرح دیکھا، اسی طرح خبر دی اور ہر ایک راوی اپنی جگہ پر درست ہے لہذا نفی ایک وقت کے اعتبار سے ہے اور اثبات دوسرے وقت کے اعتبار سے ہے کیونکہ خضاب ہمیشہ نہیں رہتا۔

(۳) بعض حضرات اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ تو صلاحیت کی نفی کر رہے ہیں وہ تو لم یبلغ کی تصریح کرتے ہیں تو محدثین حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ نفی ان بالوں کے اعتبار سے ہے جن میں صلاحیت نہیں تھی اور اثبات ان بالوں کے اعتبار سے ہے جن میں خضاب کی صلاحیت تھی

(۴) ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ ابھی چونکہ چند بالوں میں شیب کا اثر ہوا تھا لہذا القلیل کا لمعدوم (قلیل (تھوڑا) معدوم (نہ ہونے) کے حکم میں ہوتا ہے) کی وجہ سے نفی کی گئی۔

(۵) ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ جس نے خضاب کی نفی کی ہے مراد بصفة الدوام والأغلیبة (اکثر اور غالب اوقات مہندی لگانے کی) ہے جس نے اثبات کیا ہے وہ بطریق الندرة (کبھی کبھار) کے ہے لہذا دونوں میں تعارض اور منافاة نہیں رہا۔

(۶) حضرت انسؓ کی نفی اس وجہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب بوجہ کثرت شیب کے استعمال نہیں کیا جیسا کہ ابو بکر صدیقؓ نے کثرت شیب کی وجہ سے استعمال کیا کیونکہ وہ اس عمر تک پہنچ چکے تھے گویا مطلق خضاب کی نفی نہیں ہے۔

## خضاب کی جائز اور ناجائز صورتیں:

ولکن ابوبکر خضب بالحناء والکتم لیکن حضرت ابوبکر نے مہندی اور کتم کے ساتھ بالوں کا خضاب کیا ہے۔ مہندی تو مروج ہے سب جانتے ہیں کہ اس کے استعمال سے ہاتھ اور بال سرخ ہو جاتے ہیں اور کتم ایک بوٹی ہے جس کا رنگ سبزی مائل ہوتا ہے اسی کو دسمہ کہتے ہیں اگر اس کے پتوں کو رگڑ کر مہندی کے ساتھ ملایا جائے تو بال نہایت سیاہ ہو جاتے ہیں چونکہ شرعاً سیاہ خضاب کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اسلئے بالحناء والکتم میں واؤ بمعنی او کے ہے یا واؤ مطلق جمع کے لئے ہے کہ حناء اور کتم دونوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ خضاب کرنے کی اجازت ہے، استعمال میں جمع مراد نہیں۔ معنی الحدیث انہ خضب بکل منہما منفرداً عن الآخر لأن الخضاب بہما معاً يجعل الشعر أسود وقد صح النهی عن السواد فالمراد أنه خضب بالحناء تارة وبالکتم تارة (مواہب ص ۵۴) (حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہر ایک (مہندی اور کتم) کے ساتھ علیحدہ علیحدہ خضاب کیا اس لئے کہ ہر دونوں کے ساتھ یکجا خضاب کرنا بالوں کو بالکل سیاہ کر دیتا ہے اور حضور ﷺ سے سیاہ خضاب کے متعلق نہی منقول ہے تو گویا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے کبھی تو صرف مہندی کا خضاب استعمال کیا اور کبھی صرف کتم (بوٹی) کا) یہ تفصیل اور حکم تب ہے جب دونوں کے یکجا کرنے اور ملانے سے بال خالص سیاہ ہو جائیں جو حضرات دونوں کے یکجا استعمال سے اس کی قطعی سوادیت (یعنی سیاہ ہونے) کا تجربہ رکھتے ہیں ان کے تجربہ کی روشنی میں دونوں کا یکجا استعمال ممنوع ہے۔

(۲) بعض حضرات کا تجربہ اور رائے یہ ہے کہ ان ہر دو کے ملانے سے خالص سیاہی پیدا نہیں ہوتی بلکہ حمرة و سواد کا مجموعہ ہوتا ہے یعنی سیاہی ہوتی ہے مگر مائل بہ سرخی۔

فإستعما لہما معاً یوجب بین السواد والحمرة وعلیہ فلا مانع من الخضاب بہما معاً (مواہب ص ۵۴) (ان دونوں کا یکجا استعمال کرنا سرخی اور سفیدی کی درمیانی کیفیت پیدا کرتی ہے اگر ایسا ہو تو پھر ہر دونوں کا یکجا استعمال کرنا ممنوع نہ ہوگا)

## شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کا ارشاد:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سیاہ ہوتا ہے اور مہندی اس کے ساتھ ملا کر سرخ ہوتا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سبز ہوتا ہے اور مہندی اس کے ساتھ ملا کر مائل بہ سیاہی ہو جاتا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے اگر غلبہ کتم کا ہوتا ہے تو خضاب سیاہ ہو جاتا ہے اور اگر غلبہ مہندی کا ہوتا ہے تو سرخ۔ الغرض خضاب دونوں سے جائز ہے مگر سیاہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ خالص سیاہ خضاب کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے۔ (خصائل)

(۳۷/۲) حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا عَدَدْتُ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِحَيْتِهِ إِلَّا أَرْبَعَ عَشْرَةَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ ..

ترجمہ! ہمیں اسحق بن منصور اور یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے یہ روایت بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک سے نقل کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں (۱۴) چودہ سے زائد بال نہیں گنے۔

راویان حدیث (۱۳۵) اسحق بن منصور (۱۳۶) یحییٰ بن موسیٰ اور (۱۳۷) عبدالرزاق کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں

## سفید بالوں کی تعداد میں اختلاف اور تطبیق:

قال ما عددت ... گویا حضرت انس فرماتے ہیں کہ میری گنتی و شمار کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک میں سفید بالوں کی تعداد چودہ (۱۴) سے زیادہ نہ تھی۔

اس حدیث میں چودہ (۱۴) سفید بالوں کا ذکر ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں نحواً من عشرين شعرةً بيضاء یعنی بیس کے قریب آیا ہے بعض روایات میں سترہ (۱۷) اور بعض میں اٹھارہ (۱۸) کی تصریح ہے۔ محدثین اور شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ

(۱) یہ کوئی ایسا اختلاف نہیں جس کا اعتبار کیا جاسکے۔ مختلف احادیث میں محدثین نے یوں تطبیق کی ہے کہ مختلف اوقات میں دیکھنے والوں نے اپنے اپنے مشاہدہ کے مطابق مختلف خبر دی ہے حضرت انسؓ نے پہلے پہل جو بال دیکھے ان کا ذکر کر دیا اور جب آخر میں کچھ زیادہ یعنی سترہ (۱۷) دیکھے پھر انہی کا ذکر کر دیا۔ (۲) اربع عشرة پر نحواً من عشرين (چودہ پر بیس کے قریب ہونا) بھی صادق آتا ہے لکونہا اکثر من نصفها (مواہب ص ۵۴) (اس لئے کہ چودہ بیس کے نصف سے زائد ہیں)

(۳) پہلے بھی یہی عرض کیا کہ اربع عشرة (چودہ) ایک وقت کی حالت ہے اور نحواً من عشرين۔ (بیس کے قریب) دوسرے وقت کی حالت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ گنے والے سے کوئی بال شمار میں رہ گیا ہو۔

(۳۸/۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمْرَةَ يَسْأَلُ عَنْ شَيْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ إِذَا ادَّهَنَ رَأْسَهُ لَمْ يَرِ مِنْهُ شَيْبٌ وَإِذَا لَمْ يَلْهَنْ رَأْيَ مِنْهُ .

ترجمہ! ہمیں محمد بن ثنی نے بیان کیا، اُن کو ابو داؤد نے اور اُن کو خبر دی شعبہ نے سماک بن حرب کے حوالے سے وہ کہتے ہیں کہ جابر بن سمرہؓ سے کسی نے حضور اقدس ﷺ کے سفید بالوں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضور اقدس ﷺ تیل کا استعمال فرماتے تھے تو وہ محسوس نہیں ہوتے تھے ورنہ کچھ سفیدی کہیں کہیں محسوس ہوتی تھی۔

نحوی بحث:

فقال كان اذا ادھن ... (۱) اگر دھن بغیر ہمزہ کے ہو تو باب ضرب سے متعدی ہے اور

اگر ہمزہ کے ساتھ ہو تو باب افعال سے ماضی ہے اور رأسہ مفعول بہ ہے۔

(۲) یا اذھن افعال اور افعال سے ماضی مجہول ہے اس صورت میں دال مشدّد ہے اور رأسہ نائب فاعل بن کر مرفوع پڑھا جائے گا۔

(۳) اگر رأسہ اس صورت میں بھی (جب اذھن افعال یا افعال سے ماضی مجہول ہو) منصوب پڑھا جائے تو یہ منصوب بنزع الخافض ہوگا ای فی رأسہ۔ (یعنی اصل میں اذھن فی رأسہ تھا لفظی کو دور کر کے رأسہ کو نصب دیا گیا) یا تمیز بنے گا جیسے کہ الآمن سفہ نفسہ ای نفساً (میں نفسہ منصوب بنا بر تمیز کے ہے یعنی الآمن سفہ نفساً ہے) یعنی اذا اذھن شیئاً الخ (یعنی یہ بھی دراصل اذھن شیئاً ہوگا)

(۴) لم یرمنہ شیب میں ضمیر مجرور منہ کا مرجع یا شعر رأسہ (آپ کے سر کے بال) ہے جو ما قبل سے مفہوم ہے یا منہ کا مرجع دھن ہے جو اذھن سے مفہوم ہے تو اس صورت میں من اجلیہ ہوگا کہ عدم رؤیت شیب (سفید بالوں کا نہ دکھائی دینا) بوجہ استعمال دھن (تیل) کے تھی کہ اس سے چمک آ جاتی تھی۔

## سفید بال بہت کم تھے:

مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے مقصد یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سر کے بالوں میں تیل لگاتے تھے تو وہ چمک اٹھتے پھر وہ چند سفید بال دکھائی نہ دیتے لالتباس البیاض بسریق الشعر من الدھن (مواہب ص ۵۴) (سفید بالوں کا تیل لگے ہوئے بالوں کے ساتھ التباس کی وجہ سے) یا تیل لگانے کے بعد کنگھی کرنے سے دیگر بالوں کی تہوں میں سفید بال چھپ جاتے اسلئے کہ وہ بہت کم تھے۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ آپ کے سفید بالوں کی تعداد بہت کم تھی۔

ووقع فی روایۃ مسلم والنسائی عن جابر ایضاً کان رسول اللہ ﷺ قد شمت مقدم رأسہ ولحیتہ وکان اذا اذھن لم یتبین واذا شعث رأسہ تبین قال الطیبی شعث ای تفرق شعر رأسہ فدل هذا علی انہ عند الادھان کان یجمع شعر رأسہ ویضم بعضہ الی بعض۔ وکانت الشعرات البیض من قلتھا لا تبین فاذا شعث رأسہ ظہرت (جمع ۱۱۲) (مسلم)

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ نے سر اور داڑھی کے سامنے والے حصے میں کنگھی کی تھی، جب آپ سر میں تیل لگاتے تو سفید بال واضح نہ ہوتے اور جب سر کے بالوں کو الگ الگ کرتے تو وہ ظاہر ہو جاتے۔ بقول طیبی کے، شعث کے معنی سر کے بالوں کو الگ الگ کرنا تو اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تیل لگاتے وقت آپ سر کے بالوں کو اکٹھا کرتے تو سر کے سفید بال قلت کی وجہ سے ظاہر نہ ہوتے اور جب سر کے بالوں کو کنگھی سے الگ کرتے تو وہ سفید بال بھی ظاہر ہو جاتے۔

(۳۹/۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو وَبْنُ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ شَرِيكِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِنَّمَا كَانَ شَيْبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِنْ عِشْرِينَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ ..

ترجمہ! محمد بن عمرو بن ولید کندی کوفی نے بیان کیا۔ اُن کو خبر دی تھی بن آدم نے شریک کے حوالے سے۔ اُن کو یہ روایت عبید اللہ بن عمر سے پہنچی جنہوں نے یہ روایت نافع سے نقل کی اور نافع نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے سفید بال تقریباً بیس تھے راویان حدیث (۱۳۸) محمد بن عمر (۱۳۹) یحییٰ بن آدم (۱۴۰) شریک (۱۴۱) عبید اللہ بن عمر (۱۴۲) نافع اور (۱۴۳) عبد اللہ بن عمر (۱۴۴) عاصم بن عمر کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## قلتِ شیب کی ایک توجیہ:

قال انما كان شيب رسول الله صلى الله عليه وسلم نحواً ... اى قريباً منها (مواهب ص ۵۵) اور یہ بات تفصیل سے گزر چکی ہے کہ یہ روایت حضرت انس کی روایت کے مخالف نہیں ہے قاضی محمد عاقل شارح الشمائل لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے سفید بال کم ہونے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات عورتیں سفید بالوں کو ناپسند کرتی ہیں اور اگر حضور اقدس ﷺ کی کسی چیز کو ناپسندیدگی سے دیکھا جائے تو کفر ہے نعوذ

باللہ من ذلک ، لہذا حضور اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات کی محافظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے بالوں کو زیادہ سفید نہیں ہونے دیا (حلاوة المتعلمین)

(۴۰/۵) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ أَبِي اسْحَقَ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ شَبَّتْ قَالَ شَيْبَتِي هُوْدُ وَالْوَأَقِعَةُ وَالْمُرْسَلَتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ .

ترجمہ! ابو کریم محمد بن علاء نے ہمیں بیان کیا۔ اُن کو معاویہ بن ہشام نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت شیبان سے اور انہوں نے ابو اسحق سے نقل کی ان کے استاد عکرمہ ہیں جنہوں نے عبد اللہ بن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سورۃ ہود ، سورۃ واقعہ ، سورۃ مرسلات ، سورۃ عم یتساءلون ، سورۃ اذا الشمس کورت ان سورتوں نے مجھے بوڑھا بنا دیا۔

راویان حدیث (۱۳۵) ابو کریم (۱۳۶) معاویہ بن ہشام (۱۳۷) شیبان (۱۳۸) عکرمہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## قیامت کے ہولناک مناظر نے بوڑھا کر دیا :

قال ابو بکر یا رسول اللہ قد شبت ... حدیث کا واضح مفہوم ترجمہ میں آچکا ہے حضرت ابو بکر کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود ، المرسلات ، عم یتساءلون اور واذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔ طبرانی نے الحاقۃ ، ابن مردویہ میں هل اتاک حدیث الغاشیة ، ابن سعد میں القارعة وسأل سائل اور واقتربت الساعة کا اضافہ ہے۔ ملا علی قاری ”مذکورہ سورتوں کے نام لے کر فرماتے ہیں وامثالها مما یدل علی احوال القیامة واهوالها (جمع ص ۱۱۳) یعنی ان جیسی سورتیں جو قیامت کے ہولناک حالات کے تذکرہ پر مشتمل ہیں۔ یہ اختلاف یا تو تعدد واقعات کی وجہ سے ہے یا



روایت بالمعنی ہے یا اختصار پر محمول ہے اور جہاں صرف سورہ ہود کا ذکر آیا ہے۔  
اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس میں امر مشکل فاستقم کما امرت ہے (ثابت قدم رہنے  
جیسا کہ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے) جیسا کہ الاستقامة فوق ألف کرامة (استقامت ہزار  
کرامتوں سے بڑھ کر ہے) سے واضح ہے۔

بعض حضرات نے شبہ کیا ہے کہ یہ امر تو سورہ شوریٰ میں بھی ہے محدثین حضرات جو اب  
میں کہتے ہیں سورہ شوریٰ میں خصوصاً آپ ﷺ کو حکم ہے واستقم کما امرت ولا تتبع اہواء  
ہم (۱۵:۲۲) (اور قائم رہ جیسا کہ حکم کیا گیا تو۔ اور مت پیروی کر خواہشوں ان کی) اور  
سورہ ہود میں آپ ﷺ کے ساتھ آپ کی امت کو بھی حکم ہے واستقم کما امرت ومن تاب  
معک (۱۱:۱۱۲) (پس سیدھا رہ جس طرح سے حکم کیا گیا تو اور جس نے توبہ کی تیرے  
ساتھ) تو امت پر شفقت و رافت کی بنا پر آپ کو سورہ ہود کی ہولنا کیوں سے زیادہ تکلیف  
محسوس ہو رہی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہ سوال بوجہ ان کے رقیق القلب ہونے اور  
آپ ﷺ سے بے تکلف تعلق خاطر ہونے کے پیش نظر تھا اور آپ ﷺ کا جواب بھی آپ کے  
امور آخرت میں فکر و اہتمام و کثرت حملہ لاعباء امتہ (اور اپنی امت کے زیادہ بوجھ  
اٹھانے کی وجہ سے) پر مشتمل تھا (اتحافات ص ۷۹)

## یا رب امتی :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر آخرت اور فکر امت کا کس قدر اہتمام تھا، شیخ عبدالجواد  
الدومی نے اپنی کتاب میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔

(۱) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں ایک رات اٹھی تو حضور  
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر موجود نہ تھے پریشان ہوئی اور آپ ﷺ کو تلاش کرتے  
کرتے جنت البقیع پہنچ گئی دیکھا تو آپ ﷺ قیام کی حالت میں ہیں اور بارگاہ الہی میں گڑگڑا  
گڑگڑا کر تضرع و ابتھال کے ساتھ دعا کر رہے ہیں۔ زبان مبارک سے جو الفاظ نکل  
رہے ہیں وہ ذات کے لئے نہیں بلکہ امت کے لئے تھے یا رب امتی (اے رب میری

امت) اور جب سجدے میں گئے تب بھی ”یا رب امتی“ کا ورد زبان پر تھا۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں یہ اضطراب انگیز منظر دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! این القرآن لقد نسيتہ لأجل هذه الأمة یعنی قرآن کہاں ہے اس سے تعلق خاطر نمایاں ہونا چاہئے آپؐ نے سجود و قیام میں گویا قرآن بھلا کر امت کی فکر اور امت کے ذکر کو اپنا لیا آپؐ نے سنا تو فرمایا یا عائشہ! أتعجبین من هذا تمہیں امت سے میرے اس تعلق خاطر پر تعجب ہے اقول ما دمت فی الحياة یا رب امتی میں جب تک زندہ رہوں گا یا رب امتی کہتا رہوں گا فاذا دخلت القبر اقول یا رب امتی پھر جب قبر میں داخل ہوں تب بھی یا رب امتی کہوں گا فاذا نفيخ فی الصور اقول یا رب امتی جب صور پھونکا جائے گا میں تب بھی یا رب امتی کہوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ کسوف کے لئے سجدے میں گئے اور دیر تک اسی حالت میں رہے اور بڑے تضرع، عجز و انکسار اور عاجزی سے دعا کرتے رہے ألم تعدنی أن لا تعذبهم وأنا فيهم اے میرے رب کیا آپ نے میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب تک میں ان کے درمیان رہوں آپ ان پر عذاب نازل نہیں فرماویں گے۔

ألم تعدنی ان لا تعذبهم وهم يستغفرون ونحن نستغفرک کیا آپ نے میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے آپ ان پر عذاب نازل نہیں فرماویں گے اور ہم تو آپ سے استغفار کرتے ہیں۔

(۳) امام قرطبیؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے میں لکھا ہے۔ فاذا عصف الصراط بأمتی جب میری امت کا پل صراط پر گزرنا سخت اور دشوار ہو جائے گا نادوا وا محمداه! وامحمداه! تو میری امت بے قراری سے چیخ اٹھے گی اور پکارے گی۔ وا محمداه! وامحمداه! فابادر من شدة اشفاقی علیهم میں اپنی امت پر شدت اشتیاق اور تعلق خاطر کی وجہ سے ان سے آگے آگے ہونگا۔

فکر آخرت میں ٹڈھال ہو جانے کی وجہ سے وجبریل آخذ بحجزتی جبریل میری کمر پکڑے ہوئے ہوں گے فانادی رافعا صوتی میں بارگاہ صدیت میں

بلند آواز سے دعا والتجا کروں گا۔

یارب امتی اے میرے رب! میری امت کی مغفرت فرمالا اسئلک الیوم لنفسی و لا فاطمة بنتی، آج نہ تو میں اپنی ذات کے لئے کوئی سوال کرتا ہوں اور نہ اپنی لختِ جگر فاطمہ کے لئے میری تو ایک ہی دعا ہے یارب امتی (اتحافات ص ۷۹۔ ۷۰)

حدیثِ باب میں مذکورہ سورتوں میں مابہ الاشتراک فاستقم کما امرت ہے اور استقامت ہی اصل چیز ہے اور بہت مشکل ہے اس حدیث کی تشریح و توضیح میں ابن جوزی نے مستقل رسالہ ”فیض الجود فی حدیث شیبیتی ہود“ کے نام سے لکھا ہے۔

قد ثبت کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ ظهر فیک آثار الشیب من الثقل وضعف البدن ونحوہما فهو لا ینافی ماسبق من قلة الشیب..... والصواب ما ذکرہ میرک من أن معناه ظهر فیک أثر الضعف والكبر انتھی (جمع ص ۱۱۳) یعنی آپ میں بڑھاپے کے آثار مثلاً بدن کا بوجھل اور کمزور ہونا اور ان جیسی علامات ظاہر ہو گئیں لہذا یہ قلتِ شیب (بمعنی سابق) کے منافی نہیں ہے، جس کا ذکر پہلے ہو گیا۔۔۔ اور درست توجیہ وہ ہے جس کو علامہ میرک نے ذکر کیا ہے کہ ”آپ میں بڑھاپے اور کمزوری کا اثر ظاہر ہو گیا ہے“۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم شیبیتی ای ضعفتی ووهنت عظامی وارکانی لما وقعت فی الهموم واكثرت احزانی (جمع ص ۱۱۳) (رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود الخ نے بوڑھا کر دیا یعنی ان سورتوں میں مذکورہ قیامت کے ہولناک مناظر کے تصور نے مجھے کمزور کر دیا اور میرے اعضاء و جوارح کو شکستہ کر دیا، ان کی وجہ سے میرے غم و حزن میں اضافہ ہوا)

ملا علی قاری نے شرح السنۃ کے حوالے سے نقل کیا ہے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! آپ سے شیبیتی ہود (کہ مجھے سورت ہود نے بوڑھا کر دیا) کی روایت کی گئی ہے قال نعم فقلت بآیة آیة قال قوله فاستقم کما امرت انتھی (جمع ص ۱۱۳) (آپ نے فرمایا کہ ہاں تو دوبارہ میں نے عرض کیا کہ کنسی آیت نے آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ) کے اس قول (کہ تو جیسے حکم کیا گیا ویسے استقامت دکھلائے)

(۴۱/۶) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي اسْحَقَ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ نَرَاكَ قَدْ شَبَّتَ قَالَ شَيْبَتِي هُوَ ذُو أَخْوَاتِهَا .

ترجمہ! ہمیں سفیان بن وکیع نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد بن بشر نے خبر دی، انہوں نے یہ روایت علی بن صالح سے اور انہوں نے ابو اسحاق سے نقل کی۔ وہ ابو جحیفہ سے روایت کرتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر کچھ بڑھاپے کا (ضعف) محسوس ہونے لگا حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سورۃ ہود جیسی سورتوں نے ضعیف کر دیا راویان حدیث (۱۳۹) محمد بن بشر (۱۵۰) علی بن صالح (۱۵۱) حضرت ابو جحیفہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### مضمون حدیث:

قال قالوا ای الصحابة اور نيسهم ابوبكر والجمع للتعظيم والاول اظهرو انما نسب اليهم مع ان القائل واحد لاتفاقهم في معنى هذا القول فكان جميعهم قالوا (جمع ص ۱۱۵) یعنی صحابہ کرام نے پوچھا یا ان کے رئیس حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا۔ اور جمع کا صیغہ (قالوا) تعظیم کے لئے ہے تاہم پہلی توجیہ زیادہ ظاہر ہے۔ سوال کرنے والی صحابی اگرچہ ایک تھا لیکن سوال سب کی طرف سے منسوب کیا گیا اس لئے کہ سارے صحابہؓ اس سوال کے مقصد پر متفق تھے تو گویا یہ سوال سارے صحابہؓ نے کیا۔ بہر حال صحابہ کرام نے عرض کیا۔

### آپ کو بوڑھا کر دینے والی سورتیں:

ابن سعد نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ مسجد نبوی میں منبر کے قریب تشریف فرما تھے اچانک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے اس حال میں اپنی داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔ قال انس وکان ابوبکر رجلاً رقيقاً وکان عمر رجلاً شديداً حضرت ابوبکر صدیقؓ

انتہائی نرم تھے اور حضرت عمرؓ سخت مزاج تھے حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا بابی وامی لقد اسرع فیک الشیب۔ میرے ماں باپ آپؓ پر قربان! آپؓ پر تو بڑھاپے نے جلدی کر دی ہے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی آنکھوں سے آنسو سیلاب کی طرح اٹھ پڑے۔

ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجل: شيتى هود واخواتها۔ حضور اقدس صلى الله عليه وسلم نے فرمایا ہاں! مجھے سورۃ ہود نے اور اسی طرح دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے قال ابو بکر بابی وامی ما اخواتها؟ ابو بکرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؓ پر قربان اسی طرح کی اور سورتیں کونسی ہیں۔ قال الواقعة والقارعة وسأل سائل واذا الشمس كورت (جمع ص ۱۱۵)

(آپ ﷺ نے فرمایا سورہ واقعہ، القارعہ، سأل سائل، اور اذا الشمس كورت ہیں)

(۴۲/۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَنَّنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطِ الْعَجَلِيِّ عَنْ أَبِي رَمَثَةَ التَّمِيمِيِّ تِيمَ الرَّبَابِ قَالَ آتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِيَ ابْنُ لِي قَالَ فَأَرَيْتُهُ فَقُلْتُ لَمَّا رَأَيْتُهُ هَذَا نَبِيُّ اللَّهِ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضِرَانِ وَلَهُ شَعْرٌ وَقَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ وَشَيْبُهُ أَحْمَرٌ.

ترجمہ! ہمیں علی بن حجر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شعیب بن صفوان نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت عبد الملک بن عمیر سے اور انہوں نے ایاد بن لقیط عجلی سے نقل کی۔ وہ ابو رمثہ تیمی تیم الرباب سے روایت نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو ساتھ لیتے ہوئے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضور اقدس ﷺ دکھلائے گئے میں نے جب حضور اقدسؐ کو دیکھا تو مجھے معاً یہ کہنا پڑا کہ واقعی یہ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اس وقت حضور اقدس ﷺ دو سبز کپڑے پہن رہے تھے اور آپؐ کے چند بالوں پر کچھ بڑھاپے کے آثار غالب ہو گئے تھے لیکن وہ بال سرخ تھے۔

راویان حدیث (۱۵۲) شعیب بن صفوان (۱۵۳) عبد الملک بن عمیر (۱۵۴) ایاد بن لقیط اور (۱۵۵) حضرت ابو رمثہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں

## ہذا نبی اللہ :

قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم ومعى ابن لى ... ابورمثة - کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میرے ساتھ اس وقت میرا بیٹا بھی تھا۔ لم يذكر اسمه ورواية الترمذی عن الاب وفى رواية ,, ومعى ابى ,, فتكون من الابن ، فلا تنافى (تحافات ص ۸۱) (ابورمثة نے اس کا نام ذکر نہیں کیا اور ترمذی کی روایت باپ سے ہے اور ایک روایت میں ہے (کہ ابورمثة کہتے ہیں) کہ میرے ساتھ میرا باپ تھا تو پھر روایت بیٹے سے ہوگی۔ اس لئے دونوں روایات میں منافات نہیں ہے) قال فاریتہ۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے کو دکھایا اس میں ہو ضمیر ابن کو راجع ہے فاریتہ فعل مجہول ہے ای جعلنى ابى او غيره رأياً رسول الله صلى الله عليه وسلم (جمع ص ۱۱۶) پھر جب میرے بیٹے نے آپ کو دیکھا فقلت لمارآيته ای من غیر تامل وتراخ (جمع ص ۱۱۶) پھر جب میں نے آپ کو دیکھا تو مجھے یہ کہنا پڑا۔ هذا نبى الله معناه علمت يقيناً انه نبى الله من نور جماله العلى وظهور كماله الجلى حيث لا يحتاج الى اظهار معجزة واتيان برهان ومحجة (جمع ص ۱۱۶) (میں یقینی طور پر جان گیا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں آپ کے نورِ جمال اور کمالِ جلی کے ظہور سے، جس کے لئے کسی معجزہ یا دلیل و برہان کے لانے کی ضرورت نہیں تھی) حضرت عبداللہ بن سلام کا واقعہ بھی یہی مشہور ہے جو یہودیوں کے بڑے عالم تھے وہ خود کہتے ہیں کہ جو نبی میں نے پہلی نظر میں آپ کو دیکھا تو بے اختیار پکارا اٹھا عرفت أن وجهه ليس بوجه كذاب (شائل ترمذی) (کہ میں نے جان لیا کہ آپ ﷺ کا چہرہ جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں)

## جمال رخ انور صلی اللہ علیہ وسلم :

وقيل أرئيته مبنى للمعلوم ولعله أنس فقلت حين رأيتته على البداة! هذا نبى الله، لنور بهائه، وشدة جماله وظهور كماله (تحافات ص ۸۱) یعنی ایک قول یہ ہے کہ أرئيته صیغہ معروف کے ساتھ ہے۔۔۔ آپ کو جو نبی میں نے دیکھا تو کمالِ ظہور، بے

پناہ حسن و جمال اور حیران کن انوار کی وجہ سے میں بلا تامل کہنے لگا کہ یہ تو اللہ کے نبی ہیں۔

## ایک امتی کا جمال اور جلال:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ہیبت و اجلال کے آثار اور نبوت کے انوار تھے جن کو دیکھ کر بے اختیار انسان کے منہ سے ایسے الفاظ نکل جاتے تھے۔ ہم گناہ گاروں نے تو چودھویں صدی کے آپ کے ایک امتی ایک سچے عاشق ایک محب صادق استاذی و استاذ العلماء محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مبارک چہرہ کو دیکھا اور بار بار دیکھا کبھی سیری نہیں ہوتی تھی ہر بار نیا رنگ نیا حسن جمال ایسا کہ دیکھتے رہتے اور جلال ایسا کہ نگاہ اٹھتے ہی نظریں نیچے چلی جاتی تھیں نو وارد کہتا۔ واللہ! میں نے آج تک ایسا نورانی چہرہ نہیں دیکھا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا چہرہ ہی ان کی حقانیت اور صداقت کی دلیل ہے۔ جب چودھویں صدی میں آپ کے ایک ادنیٰ امتی کے چہرہ کے جلال و جمال کا یہ عالم ہو تو خود سرور عالم ﷺ کے چہرہ انور کے حسن و جمال کا منظر کیا ہوگا۔

## ثوبانِ اخضران کی تشریح:

وعلیہ ثوبانِ اخضران اس وقت دو سبز کپڑے آپ کے زیب تن تھے ایک تو لنگی تھی اور دوسری چادر وہما ازار و رداء مصبوغان بالخضرة (مواہب ص ۵۷) ای مصبوغان بلون الخضرة بتمامها (جمع ص ۱۱۶) یعنی مکمل طور پر سبز رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

ملا علی قاریؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ویحتمل انہما کانا مخطوطین بخطوط خضر کما ورد فی بعض الروایات بردان بدل ثوبان والغالب ان البرود ذوات الخطوط (جمع ص ۱۱۶) (اس کا بھی احتمال ہے کہ ان دونوں پر سبز دھاریاں تھیں جیسا کہ بعض روایات میں دو کپڑوں کے بجائے دو چادروں کا ذکر ہے اور غالب یہ ہے کہ چادریں دھاری دار ہوتی ہیں)۔

شیخ ابراہیم لیجوری فرماتے ہیں واللباس الاخضر هو لباس اهل الجنة كما في خبر ويدل عليه قوله تعالى 'ويلبسون ثياباً خضراً' (مواہب ص ۵۷) یعنی سبزلباس اہل جنت کا لباس ہے جیسا کہ ایک روایت میں بھی ہے باری تعالیٰ کا قول "اہل جنت سبزلباس میں ملبوس ہوں گے" بھی اس دعویٰ پر دلالت کرتا ہے۔

### سبزلباس پہننے کا حکم:

ملا علی قاری فرماتے ہیں وما قيل فيه أن لبس الثوب الاخضر سنة ضعفه ظاهر اذغاية ما يفهم منه انه مباح انتهى وضعفه ظاهر اذ الأشياء مباحة على اصلها فاذا اختار المختار شيئاً منها بلبسه لا شك في افادة الاستحباب والله اعلم بالصواب (جمع ص ۱۱۷) یعنی یہ جو کہا جاتا ہے کہ سبزلباس پہننا سنت ہے اس قول کا ضعف ظاہر ہے، اس سے زیادہ سے زیادہ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سبزلباس کا استعمال مباح ہے اور اس کا ضعف بھی ظاہر ہے اس لئے کہ اشیاء اصل کے اعتبار سے خود مباح ہیں، پس جب آپ نے ان میں سے کسی چیز کو لباس کے لئے اختیار کیا تو کم از کم اس کے مستحب ہونے میں تو کوئی شک نہیں۔

### سفید بالوں کا سنہری منظر:

ولہ شعر الخ آپ کے بال مبارک نمایاں تھے وقد علاہ (ای غلبہ و شملہ) الشیب (وہذا فی حدود العدد الوارد)۔ (یہ بڑھا پ سفید بالوں کے عدد وارد شدہ تک محدود تھا) جن سے بڑھاپے کی وجہ سے سفیدی ظاہر ہو رہی تھی۔ شعر پرتنوین تقلیل کے لئے ہے اس لئے اس کا ترجمہ "چند موئے مبارک،، سے کرنا زیادہ موزون ہے و شبہ احمر یعنی یہ سفیدی سرخی مائل تھی اس کے دو معانی ہو سکتے ہیں۔

(۱) یہ ایک فطری اور قدرتی بات ہے کہ جب بال سفید ہوتے ہیں تو پہلے سنہرا پن اختیار کر کے سرخی مائل ہو جاتے ہیں پھر سفید ہوتے ہیں صحابی نے آپ کے سفید بالوں کو اس وقت دیکھا ہوگا جب ان میں سنہرا پن آچکا تھا اور اس کے بعد ان پر سفیدی آنے والی تھی۔

(۲) اور دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے وہ محدود بال سفید ہو چکے ہوں اور



آپ نے مہندی کا خضاب استعمال کیا ہو اور بال سرخ ہو گئے ہوں۔ شیخ ابراہیم البجوری فرماتے ہیں۔ والشعر الابيض منه مصبوغ بالحمرة بناء على ثبوت الخضب منه صلى الله عليه وسلم ويحتمل ان المراد شعره الأبيض يخالطه حمرة في اطرافه لأن العادة أن الشعر إذا قرب شبيه أحمر ثم أبيض (مواهب ص ۵۷) (اور آپ ﷺ کے سفید بال سرخی سے رنگے ہوئے تھے کیونکہ حضور ﷺ سے خضاب کرنا ثابت ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ کے سفید بالوں کے اطراف میں سرخی کی ملاوٹ معلوم ہوتی ہو کیونکہ عام عادت یہی ہے کہ جب بالوں میں بڑھاپا آتا ہے تو پہلے کچھ سرخ پھر سفید ہو جاتے ہیں)

(۴۳/۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَخْبَرَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ أَخْبَرَنَا حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ قِيلَ لِحَبِيبِ بْنِ سَمُرَةَ أَكَانَ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْبٌ قَالَ لَمْ يَكُنْ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا شَعْرَاتٌ فِي مَفْرَقِ رَأْسِهِ إِذَا ادَّهَنَ وَارَاهُنَّ اللَّهْنَ..

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں سرتج بن نعمان نے خبر دی۔ ان کو حماد بن سلمہ نے سماک بن حرب کے حوالے سے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ جابر بن سمرة سے پوچھا گیا کہ حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک میں سفید بال تھے انہوں نے کہا کہ صرف چند بال مانگ پر تھے جو تیل لگانے کی حالت میں ظاہر نہیں ہوتے تھے۔

راویان حدیث (۱۵۶) سرتج بن نعمان (۱۵۷) حماد بن سلمہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## بعض الفاظ حدیث کی تشریح :

مضمون حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں اُکان جبکہ بعض روایات میں هل کان ہے شعرات میں تنوین تقلیل کے لئے ہے مفروق رأسہ سے مراد محل الفرق من رأسہ (سر کا وہ حصہ جس میں مانگ نکالی جاتی ہے) ہے۔

اور مختار میں ہے المفرق وسط الرأس وهو الموضع الذى يتفرق فيه الشعر وكذا فى مفرق الطريق (مواہب ص ۵۷) یعنی مفرق سر کے وسط کو کہتے ہیں یہ وہ جگہ ہے جہاں سر کے بالوں میں مانگ نکالی جاتی ہے۔ اور ایسا ہی مفرق الطريق (اس چوگلہ) کو کہتے ہیں جہاں سے راستہ جدا ہوتا ہے) اذا ادھن ای استعمل اللھن ووضعہ علی رأسہ وادھن من المواراة ای غیھن اللھن واخفاھن وسترھن بحيث لا یراھا احد الا بتلقیق نظر وتعمیق بصر و هو کنایة عن قلتھن (جمع ص ۱۱۷) یعنی ”ادھن“ کا معنی یہ ہے کہ جب آپ تیل استعمال کرتے اور اسے سر کے بالوں میں لگاتے تو یہ تیل سر کے سفید بالوں کو چھپا دیتا اور بال ایسے چھپ جاتے کہ تعمق اور غور سے دیکھے بغیر نظر نہ آتے اور یہ ان بالوں کے تھوڑا ہونے سے کنایہ ہے۔

## سفید بال اکھیڑنے کا حکم:

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ سفید بالوں کا اکھیڑنا اکثر علماء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ شیخ ابراہیم البجوریؒ بھی تنبیہ کے تحت فرماتے ہیں۔ ویکرہ نشف الشیب عند اکثر العلماء لحديث مرفوع لا تنتفوا الشیب فإنه نور المسلم رواه الاربعة وقالوا حسن . (مواہب ص ۵۷) (اور اکثر علماء کے نزدیک سفید بالوں کا اکھاڑنا مکروہ ہے کیونکہ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ تم بڑھا پے (سفید بالوں کو) مت اکھاڑو یہ تو مسلمان کے لئے نور (روشنی) ہے۔ یہ حدیث اربعہ (چاروں صحاح) نے نقل کی ہے اور یہ کہا کہ یہ حدیث حسن ہے) حدیث میں سوال بھی چونکہ سر اقدس کے بالوں کے بارے میں تھا اس لئے حضرت جابر بن سمرہؓ نے جواب میں بھی صرف سر مبارک کا ذکر کیا اور داڑھی اور کنپٹیوں کا ذکر نہیں کیا۔

=====

## بَابُ مَا جَاءَ فِي خِضَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کرنے کے بیان میں

### خضاب کا معنی:

خضاب بروزن کتاب ما یخضب بہ (جس چیز کے ساتھ خضاب لگایا جائے) کو کہتے ہیں  
كما فی القاموس تلوین پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے وهذا انسب للباب (اتحافات  
ص ۸۳) (اور یہی باب کے زیادہ مناسب ہے)

مہندی و سمنہ کتم اور کسی مرکب سے بالوں کو رنگا جائے خضاب کہلاتا ہے بمعنی 'تلوین الشعر  
بالحناء ونحوہ' (مواہب ص ۵۸) بعض حضرات نے اس میں عموم کیا ہے کہ بالوں کے  
علاوہ انسانی اعضاء و اندام کو رنگنا بھی خضاب کہلاتا ہے۔

### گذشتہ باب سے ربط:

گذشتہ باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں  
میں سفیدی آئی تھی اور تقریباً اٹھارہ (۱۸) بال سفید ہو چکے تھے اس کے بعد باب ہذا کے  
انعقاد کی مناسبت یہ ہے کہ معلوم کیا جائے۔ کہ آپ نے سفید بالوں کا خضاب کیا تھا یا نہیں  
ناسب اردافہ بباب خضابه لیعلم حاله اثباتاً ونفیاً (مواہب ص ۵۸)

(باب الشیب کے بعد باب الخضاب کا لانا اس لئے مناسب ہے کہ خضاب کے استعمال کا  
ثبوت یا نفی معلوم ہو سکے)

### مسئلہ خضاب کی تفصیل اور شرعی حکم:

خضاب کے بارے میں تفصیلی بحث اس سے قبل بھی صفحہ ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱ پر گزر چکی ہے علماء

کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا تھا یا نہیں اس اختلاف کی وجہ مختلف روایات ہیں۔

### علماء احناف کا رجحان:

علماء کی اکثریت کا رجحان یہ ہے کہ آپؐ نے خضاب نہیں فرمایا تھا آپؐ کے بال مبارک جو سرخی مائل اور سنہری تھے وہ قدرتی تھے امام ترمذیؒ کا بھی یہی رجحان ہے احناف کا رجحان بھی اس طرف ہے چنانچہ احناف کی معتبر کتابوں مثلاً درمختار وغیرہ میں اس کی تصریح ہے کہ آپؐ کا عدم خضاب زیادہ صحیح ہے علامہ شامیؒ نے اس کی وجہ بھی یہی بتائی ہے کہ آپؐ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں سترہ (۱۷) بال سفید تھے جو خضاب کو نہیں چاہتے تھے صاحب مواہب جن کے حوالے بار بار اسی شرح میں نقل کیئے جا رہے ہیں اس کے قائل ہیں کہ آپؐ نے کبھی کبھی خضاب کیا اور اکثر نہیں کیا بآنہ صلی اللہ علیہ وسلم صبغ فی وقت وتر کہ فی معظم الاوقات. فاخبر کل بمارأی وهذا التاویل کالمتعین کما قالہ ابن حجر (مواہب ص ۵۸) (دلیل میں ابن حجرؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپؐ نے بعض اوقات تو خضاب کیا لیکن اکثر اوقات میں اس کے ترک کرنے پر کاربند رہے اس لئے ہر شخص نے جس طرح دیکھا اس کی روایت کر دی اور گویا تطبیق کی یہی صورت متعین ہے)

حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرات حسنینؓ نے خضاب کیا اور سرخ خضاب کے جواز بلکہ استحباب پر علماء احناف کا اتفاق ہے سیاہ خضاب سوائے موقع جہاد کے مکروہ ہے الخضاب بالسواد قال عامة المشائخ انه مکروہ (محیط) (عامۃ المشائخ کے نزدیک سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے)

### شوائع کا مسلک:

شوائع کے نزدیک خضاب سنت ہے اور سیاہ خضاب حرام ہے۔ شیخ ابراہیم البجوریؒ فرماتے ہیں کہ ہم علماء شافعیہ کے نزدیک سیاہ خضاب حرام ہے اور اشیر سیاہ کے

دوسرے خضاب سنت ہیں وہو عندنا معاشر الشافعية بغير السواد سنة وبالسواد حرام پھر واضح طور پر فرماتے ہیں کہ اس پر دلیل وہ حدیث صحیحین ہے جس میں ارشاد ہے کہ فتح مکہ کے روز ابو قحافہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لایا گیا جبکہ ان کی داڑھی اور سر مبارک کے بال سفید تھے تو آپ نے فرمایا غیروا هذا بشئی واجتنبوا السواد اس سفیدی کو کسی شئی سے بدل دو اور سیاہ کرنے سے بچو (مواہب ص ۵۸)۔

شیخ ابراہیم بیجوری نے اپنے موقف کو مزید احادیث سے مبرہن کیا ہے ذیل میں ان کا موقف اور مزید دلائل درج کیے جا رہے ہیں۔

وفی الصحیحین أيضاً عن ابن عمر أنه رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصبغ بالصفرة زاد ابن سعد وغيره عن ابن عمر أنه قال فانا أحب أن أصبغ بها ومارواه أحمد وابن ماجه عن ابن وهب قال دخلنا علی أم سلمة فأخرجت إلینا من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فإذا هو مخضوب بالحناء والکتم وعن أبی جعفر قال شمت عارضاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحضب بحناء وکتم وعن عبدالرحمن الثمالی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغیر لحيته بماء السدر ویأمر بتغییر الشعر مخالفة للأعاجم وفي حدیث أبی ذر إن أحسن ما غیر تم به الشیب الحناء والکتم أخرجه الأربعة وعن أنس دخل رجل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو أبيض اللحية والرأس فقال ألسنت مؤمننا قال بلی قال فاخضب لکن قيل إنه حدیث منکر ولا یعارض ذلك ماورد أنه صلی اللہ علیہ وسلم لم یغیر شیه لتأويله جمعاً بین الأخبار بأنه صلی اللہ علیہ وسلم صبغ فی وقت وترکه فی معظم الأوقات فأخبر کل بما رأى وهذا التأویل کالمتعین کما قاله ابن حجر . (مواہب ص ۵۸) (صحیحین میں ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو زرد رنگ کی مہندی لگاتے ہوئے دیکھا۔ ابن سعد وغیرہ نے ابن عمر کے حوالے سے اس روایت میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں اس سے خضاب لگانے کو پسند کرتا ہوں۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے ابن وهب سے روایت بیان کی ہے کہ ہم ام سلمہ کے ہاں گئے تو انہوں نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے بال دکھائے تو ان میں حناء اور کتم کا خضاب لگا ہوا تھا۔ ابو جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بالوں میں کنگھی

کی اور اس میں مہندی اور کتم کا خضاب لگایا۔

عبدالرحمن الثمالی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی داڑھی کے بالوں کو پیر کے پانی سے متغیر کرتے اور عجیبوں کی مخالفت میں بالوں کی سفیدی کو متغیر کرنے کا حکم دیتے۔ حضرت ابو ذرؓ کی روایت میں ہے کہ بہترین چیز جس سے تم بالوں کی سفیدی کو متغیر کرتے ہو وہ مہندی اور کتم ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جس کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم مومن نہیں ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں مومن ہوں۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ ان بالوں میں خضاب لگاؤ۔ تاہم بعض حضرات نے اس حدیث کو ”منکر“ قرار دے دیا۔

یہ مذکورہ روایات اس روایت کے معارض نہیں ہیں جس میں ہے کہ آپؐ نے اپنے سفید بالوں کو خضاب سے متغیر نہیں کیا۔ اس لئے کہ روایات میں تطبیق دیتے ہوئے اس روایت کی تاویل کی گئی ہے۔ تطبیق یوں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کبھی خضاب لگایا اور اکثر اس کو ترک بھی کیا تو ہر راوی نے جس حالت میں آپؐ کو دیکھا اس کو بیان کیا۔ بقول ابن حجر کے یہ تاویل متعین کی طرح ہے۔

(۴۴/۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ  
إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو رَمْثَةَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ ابْنِ  
لِي. فَقَالَ ابْنُكَ هَذَا فَقُلْتُ نَعَمْ أَشْهَدُ بِهِ قَالَ لَا يَجْنِي عَلَيْكَ وَلَا تَجْنِي عَلَيْهِ. قَالَ  
وَرَأَيْتُ الشَّيْبَ أَحْمَرَ قَالَ أَبُو عَيْسَى هَذَا أَحْسَنُ شَيْءٍ رَوِيَ فِي هَذَا الْبَابِ وَأَفْسَرُ لَا  
نَّ الرِّوَايَاتِ الصَّحِيحَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَلُغِ الشَّيْبَ وَأَبُو رَمْثَةَ اسْمُهُ  
رِفَاعَةُ بْنُ يَثْرِبِيِّ التَّمِيمِيِّ ..

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا۔ ان کو ہشیم نے خبر دی۔ ان کو بیان کیا عبد الملک بن عمیر نے، ایاد بن لقیط سے روایت کرتے ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو رمثہ نے خبر دی۔ کہنے لگے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک لڑکے کو ساتھ لے

کر حاضر ہوا تو حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ کیا یہ تیرا بیٹا ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت یہ میرا بیٹا ہے کہ آپ اس کے گواہ رہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی جنایت کا بدلہ تجھ پر نہیں اور تیری جنایت کا بدلہ اس پر نہیں۔ ابو رمثہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے حضور اقدس ﷺ کے بعض بالوں کو سرخ دیکھا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ خضاب کے بارے میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح اور واضح ہے۔

راوی حدیث (۱۵۸) ہشیم کے حالات ”تذکرہ راویان شمال ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں

## بعض الفاظ حدیث کی تشریح :

فقال ابنک هذا ... یہاں پر ہمزہ استفہام محذوف ہے فالاصل أهدا ابنک (مواہب ص ۵۸) یعنی کیا یہ تمہارا بیٹا ہے۔ دوسری وجہ استفہام یہ ہے کہ آپ کو یہ تو معلوم تھا کہ اُن کا بیٹا بھی ہے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ یہی اُن کا بیٹا ہے اس لئے دریافت فرمایا کہ کیا واقعہ یہی تمہارا بیٹا ہے۔ فاستفہم عن کون ابنہ هذا و قال ابنک هذا (مواہب ص ۵۸)۔

أشہد بہ ... اس میں بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ صیغہ امر ہو ای کن شاہداً علی اقراری بانہ ابنی یعنی میرے اس اعتراف پر آپ گواہ رہیے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ صیغہ مضارع ہو ای أعترف وأقربہ (مواہب ص ۵۸) (میں اس کا اقرار واعتراف کرتا ہوں)۔

## رسم جاہلیت کا بطلان :

لا یجنی علیک ... دراصل زمانہ جاہلیت میں عربوں کا طریقہ تھا کہ اگر باپ کسی قصور یا کسی جرم کا ارتکاب کرتا تو بدلے میں بیٹا پکڑا جاتا اور اگر بیٹے سے کوئی جرم صادر ہوتا تو باپ پکڑا جاتا تھا لہذا ابو رمثہ نے یہ بات اسی نقطہ نظر سے کہی کہ یہ میرا اپنا صلبی بیٹا ہے اگر مجھ سے کوئی جرم یا قصور صادر ہو جائے تو عربوں کے مذکورہ طریقہ کے مطابق میرے اس لڑکے ہی سے بدلہ لیا جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کے اس طریقہء جاہلیت کا کلیتہً رد فرمایا

اور ارشاد فرمایا لا یجنی علیک ولا تجنی علیہ یعنی تیرے بیٹے کے جرم کا تجھ سے اور تیرے جرم کا اُن سے مواخذہ نہ ہوگا۔

بل جنایتہ علیہ و جنایتک علیک ولا تؤاخذ بذنبہ ولا یؤاخذہو بذنبک لان الشرع أبطل قاعدة الجاهلیة قال تعالیٰ ولا تنزر وازرة ووزر أخری (مواہب ص ۵۸) (بلکہ اس کے جرم کا وبال اور سزا اس پر ہے اور تمہارے جرم کا تجھ پر۔ اس کے گناہ کا مواخذہ تم سے نہیں ہوگا اور نہ وہ تمہارے گناہ پر ماخوذ ہوگا اس لئے کہ شریعت نے جاہلیت کے طریقہ کو مسترد کیا باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اور ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا“)

دین اسلام جو کہ دینِ فطرت ہے اب اس میں دورِ جاہلیت کا کوئی ظلم یا کسی بھی قسم کی زیادتی کا طریقہ جاری نہیں رکھا جاسکتا اور نہ ہی رہ سکتا ہے اسلام کا یہ طریقہ نہیں کہ جرم ایک کا ہو سزا دوسرے کو ملے۔

## ملا علی قاری کی نقل روایات:

قال وراثت الشیب احمر ... ابورمثة فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے آپ کے چند سفید بالوں کو سنہری یعنی مائل بہ سرخی دیکھا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ أحمرای لقربہ من البیاض او بسبب الخضاب وهو المناسب للباب وزاد الحاکم من هذا الوجه وشیه احمر مخضوب بالحناء ولا بی داؤد وکان قد لطح لحیتہ بالحناء وعند احمد فاذا رجل له وفره بهاردع من حناء وفي رواية فرأيت برأسه ردع حناء واخرج ابن الجوزی فی کتاب الوفاء من طریق غیلان بن جامع عن ایاد بن لقیط عن ابی رمثة قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخضب بالحناء والکتم وهذه الروایة صریحة فی خضابه صلی الله علیه وسلم (جمع ص ۱۱۹) یعنی سفیدی کے قریب ہونے کی وجہ سے یا خضاب کی وجہ سے وہ بال سنہری معلوم ہو رہے تھے اور یہی (آخری توجیہ) اس باب کے مناسب ہے۔ حاکم نے اسی طریق سے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ مہندی لگانے کی وجہ سے آپ کے سفید بال مائل بہ سرخی تھے۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ نے داڑھی کو مہندی سے لتھیڑا تھا۔ مسند احمد کی



روایت میں ہے کہ اچانک ایک شخص جلوہ افروز ہوئے جس کے بال کانوں کی لوتک تھے اور وہ مہندی سے لت پت تھے۔ ایک روایت میں ہے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے آپ کے سر کے بالوں کو مہندی سے لت پت دیکھا۔ ابن الجوزی نے ”کتاب الوفاء“ میں حضرت ابورمہ کے حوالہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ مہندی اور کتم کا خضاب لگاتے۔ یہ روایت آنحضرت ﷺ کے خضاب بارے بالکل واضح ہے۔

## نفی اور اثبات کی روایت میں تطبیق:

لم يبلغ الشيب والى رواية اور زير بحث خضاب والى رواية بظاہر دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں کوئی تعارض نہیں بلکہ تطبیق کی صورت واضح ہے کیونکہ نفی کی روایات میں کثرت کی نفی ہے کہ کثرت سے شیب نمایاں نہیں تھا اور اثبات کی روایات قلت پر محمول ہیں۔

## قال ابو عیسیٰ :

قال ابو عیسیٰ ! اس میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ یہ تلامذہ کا اضافہ ہو مگر یہ احتمال بعید ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ مصنف کا کلام ہے بناء علی غلبۃ کنیۃ علی اسمہ وهو فی ذلک تبع لشیخہ ومقتداہ وهو الامام ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری حیث عبر فی صحیحہ وسائر تصانیفہ ایضاً عن نفسہ بابی عبد اللہ (جمع ص ۱۱۹) (اس بناء پر کہ آپ کے نام کے مقابلے میں کنیت کا استعمال غالب تھا اور اس سلسلے میں آپ اپنے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری کے تابع تھے۔ جنہوں نے صحیح بخاری اور اپنے دیگر تمام تصانیف میں اپنے آپ کو ”ابو عبد اللہ“ سے تعبیر کیا ہے) ولم یقل قال بالاضمار لخفاء المرجع والاشتباه بقال سابقاً (جمع و مناوی ص ۱۱۹) (اور امام ترمذی نے اپنے لئے اضمار کے ساتھ ”قال“ بھی استعمال نہیں کیا ایک تو مرجع مخفی رہتا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ راوی کے سابقہ ”قال“ کے ساتھ اشتباہ پیدا ہو جاتا)۔

امام ترمذی نے اس روایت کو احسن اور زیادہ بہتر اسلئے کہا ہے کہ اس میں بالوں کے سرخ

ہونے کا ذکر ہے کیونکہ بال سفید ہونے سے قبل قبل مائل بہ سرخی ہوتے ہیں مقصد واضح ہے کہ ابھی آپ کے بال سنہری تھے اور آپ سفید بالوں کی حد تک پہنچے ہی نہیں تھے۔

هذا احسن ای کثیرا ما یقول المصنف فی جامعہ هذا اصح شئی فی الباب ولا یلزم من هذه العبارة كما قاله النووی فی الاذکار صحة الحدیث فانهم یقولون هذا اصح ما فی

الباب وان كان ضعيفاً ومرادهم انه ارجح ما ورد فی الباب (حاشیہ عربی خصائل) (یہ روایت احسن ہے۔ مصنف اکثر اوقات اپنی جامع ترمذی میں فرماتے ہیں "اصح شئی

فی الباب" تاہم اس عبارت سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ نووی نے "الأذکار" میں کہا ہے۔ اس لئے کہ محدثین حضرات "هذا اصح ما فی الباب" اس وقت

بھی استعمال کرتے ہیں اگرچہ وہ روایت ضعیف ہو۔ اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ باب میں وارد شدہ احادیث میں یہ روایت سب سے زیادہ راجح ہے)

(۴۵/۲) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ شَرِيكِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ سَأَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ هَلْ خَضَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَبُو عَيْسَى وَرَوَى أَبُو عَوَانَةَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ فَقَالَ عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ ..

ترجمہ! ہمیں سفیان بن وکیع نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں میرے باپ نے شریک کے حوالے سے خبر دی اور انہوں نے عثمان بن موهب سے یہ روایت نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا انہوں نے کہا کہ ہاں کیا۔

راویان حدیث (۱۵۹) عثمان بن وہب (۱۶۰) ابو عوانہ اور (۱۶۱) ام سلمہ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

### متن حدیث کی اجمالی تشریح :

عثمان بن وہب نے یہ روایت اسی اسناد کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے نقل کی ہے سائل کا

ذکر نہیں کیا لعدم تعلق الغرض بتعینہ (مواہب ص ۵۹) یعنی اس کے تعین کے ساتھ غرض متعلق نہیں تھی۔ نَعَم سے مراد یہ ہے کہ ابوہریرہؓ نے فرمادیا نعم یعنی خضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لأن نعم لتقرير ماقبلها من نفی او اثبات (مواہب ص ۵۹) (جی ہاں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضب کیا تھا۔ اس لئے کہ ”نعم“ ماقبل کے مثبت یا منفی کلام کی تقریر کے لئے آتا ہے) اس حدیث سے خضب کرنا مدلول ہے کہ آپؐ کا گاہے گاہے کا معمول ہے جبکہ دیگر بہت سی روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپؐ نے اپنے بالوں کو رنگ نہیں دیا تھا تطبیق اس سے قبل عرض کر دی گئی کہ بانہ صلی اللہ علیہ وسلم خضب فی وقت وترک الخضب فی معظم الاوقات فاخبر بكل مارأی (مواہب ص ۵۹) (کہ بے شک آپ ﷺ نے کسی وقت تو خضب کیا لیکن اکثر اوقات میں اس کا ترک کیا ہے پر ہر راوی نے اپنی روایت (دیکھنے) کی خبر دی ہے)

### غرض قال ابو عیسیٰ :

قال ابو عیسیٰ... یہاں سے امام ترمذیؒ روایت زیر بحث کے اضطراب کا تذکرہ کرتے ہیں وروی ابو عوانہ هذا الحدیث عن عثمان بن عبد اللہ بن موهب فقال عن ام سلمة (کہ ابو عوانہ نے یہ حدیث بواسطہ عثمان بن عبد اللہ بن موهب حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے) اس سے مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راوی کو شک ہو گیا کہ بجائے حضرت ام سلمہ کے ابوہریرہؓ کہا تو گویا وہم راوی اور اختلاف رواۃ کو بیان کرنا ہے۔ نیز یہ احتمال بھی ہے کہ دوسری روایت کو بطور تائید کے پیش کرتے ہیں کہ جس طرح یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ اسی طرح یہ روایت حضرت ام سلمہؓ سے بھی مروی ہے وغرضہ ذکر طریق آخر لهذا الحدیث (مواہب ص ۵۹) (اور اس سے غرض اس حدیث کو دوسرے طریق سے ذکر کرنا مقصود تھا) اور ایک فائدہ عثمان کے نسب کی تحقیق بھی ہے کیونکہ طریق اول میں وہ جد کو منسوب تھے۔

اور اس روایت میں اس کے والد کے نام کی تصریح ہے اور یہ بھی ظاہر کرنا تھا کہ عثمان نے تو دونوں طریق میں ابوہریرہؓ اور ام سلمہؓ سے روایت نقل کی ہے مگر طریق اول میں شریک

نے عثمان سے اور انہوں نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے جبکہ دوسرے طریق میں ابو عوانہ نے عثمان سے اور انہوں نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے۔

(۴۶/۳) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَنْبَاْنَا النَّضْرُ بْنُ زُرَّارَةَ عَنْ اَبِيْ جَنَابٍ عَنْ اَيَادِ بْنِ لَقِيْطٍ عَنِ الْجَهْلَمَةِ امْرَاةٍ بَشِيْرٍ بِنِ الْخِصَاصِيَّةِ قَالَتْ اَنَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ يَنْفِضُ رَاْسَهُ وَقَدْ اَغْتَسَلَ وَبِرَاْسِهِ رَدْعٌ اَوْ قَالَ رَدْعٌ مِنْ حِنَاءٍ شَكَّ فِيْ هَذَا الشَّيْخُ ..

ترجمہ! ہمیں ابراہیم بن ہارون نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس حدیث کی خبر نضر بن زرارہ نے ابو جناب کے حوالے سے دی اور انہوں نے یہ روایت ایاد بن لقیط سے حاصل کی جنہوں نے اسے زوجہ بشیر بن الخصاصیہ سے نقل کیا وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان سے باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ نے غسل فرما رکھا تھا اس لئے سر مبارک کو جھاڑ رہے تھے اور آپ کے سر پر حنا کا اثر تھا۔  
راویان حدیث (۱۶۲) ابراہیم بن ہارون (۱۶۳) النضر بن زرارہ (۱۶۴) ابو جناب (۱۶۵) حضرت جہلمہ اور (۱۶۶) بشیر بن الخصاصیہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## بعض الفاظ حدیث کی تشریح:

ینفض وہ جھاڑتے تھے مضارع ہے اور نفض ماضی ہے نفض مصدر ہے جھاڑنا ہلانا لرزنا۔ ردع زعفران کو کہتے ہیں جس کیڑے میں لتھڑی ہوتی ہو اس کو ردع کہتے ہیں وهو لطح من الزعفران واثر الطيب ردع کیچڑ کے معنی میں آتا ہے وهو الوحل الشديد. (جمع ۱۲۲)

قال العسقلانی اتفق المحققون علی ان الردع بالمعجمة غلط فی هذا الموضع لإطباق اهل اللغة علی انه بالمهملة لطح من الزعفران (مواہب ۶۰) (علامہ عسقلانی فرماتے

ہیں کہ سب محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں لفظ ردغ (معجمہ) بالکل غلط ہے کیونکہ لغت والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ لفظ ردغ (مہملہ) ہے یعنی زعفران کے ساتھ آلودہ ہونا) ابن حجر کہتے ہیں ردغ کا معنی الصبغ ہے اور ردغ کا معنی طین رقیق ہے تاہم یہ فرق اصل لغت کے اعتبار سے ہے والمراد هنا واحد وهو اثر صبغ وطيب. (مواہب ۶۰) حلاوة المتعلمین میں ہے کہ علماء محققین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ردغ (غین معجمہ کے ساتھ) غلط ہے اور صحیح ردغ (عین مہملہ کے ساتھ) ہے فرماتے ہیں کہ اہل لغت نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ردغ (مہملہ) کا معنی لمعہ ہے یا قطعہ ہے جو کہ زعفران یا حنا کا ہوتا ہے اور ردغ (معجمہ) کے معنی طین و کچھڑ کے ہوتے ہیں یہ دوسرا معنی قطعاً مناسب نہیں ہے۔ شک فی هذا الشيخ ...

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ان کے شیخ ابراہیم بن ہارون کو شک تھا کہ اس موقع پر راوی نے ردغ کا لفظ استعمال کیا تھا یا ردغ کا ای شک فی انه ردغ اور ردغ . (مناوی ص ۱۲۲)

(۴۷/۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَيْتُ شَعْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوبًا قَالَ حَمَادُ وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ قَالَ رَأَيْتُ شَعْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَخْضُوبًا .

ترجمہ! ہمیں عبد اللہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا۔ ان کو عمرو بن عاصم نے خبر دی۔ ان کو حماد بن سلمہ نے اور انہیں حمید نے حضرت انس کے حوالے سے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو خضاب کیا ہوا دیکھا۔ حماد کہتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن محمد بن عقیل نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک کے پاس رسول اللہ ﷺ کے خضاب کیے ہوئے بال دیکھے۔

راویان حدیث (۱۶۷) عبد اللہ بن عبد الرحمن (۱۶۸) عمرو بن عاصم اور (۱۶۹) عبد اللہ بن محمد بن عقیل کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## ایک اشکال سے جواب:

مضمون اور مفہوم حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے

اس روایت میں اشکال یہ ہے کہ گذشتہ باب کی پہلی حدیث میں حضرت انسؓ کی یہ تصریح ہے کہ آپؐ کے بال خضاب کرنے کے معیار تک نہیں پہنچے تھے جبکہ اس روایت میں حضرت انسؓ ہی کے پاس آپؐ کے خضاب شدہ بالوں کا ذکر ہے۔ محدثین حضرات اس کے جواب میں فرماتے ہیں

(۱) دونوں روایتیں مختلف اوقات کی ہیں اور دونوں اپنی جگہ درست ہیں۔

(۲) یہ روایت بھی خضاب کے بارے میں صریح نہیں ہے ہو سکتا ہے تعظیماً بال

منڈوانے کے بعد کسی نے خضاب دیدیا ہو جیسے بعد الانقطاع کی تائید حماد کے قول سے

ہوتی ہے والروایۃ الثانیۃ التی تفید ان شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رئی

عند انس مخضوباً یحتمل انه من فعل انس لحفظ شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم (اتحافات ص ۸۶) یعنی حضرت انسؓ کے پاس جو خضاب کیا ہوا بال دیکھا گیا تھا

ہو سکتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہؐ کے بالوں کی حفاظت کے خاطر خود اس کو خضاب لگایا ہو

## عبدالجواد الدومی کی تلخیص بحث:

شیخ عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں اس باب میں چار احادیث مذکور ہیں اہل علم نے اس میں

اختلاف کیا ہے کہ آیا خضاب کرنا بہتر ہے بوجہ حدیث شیخین کے ان الیہود والنصارى لا

یصبغون فخالقوہم (یہود و نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تو تم ان کی مخالفت کرو) اسی لئے

تو حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرات حسنینؓ نے خضاب کیا تھا۔

یا ترک خضاب اولیٰ ہے بوجہ حدیث ترمذی کے عن کعب بن مرة قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم من شاب شیبة فی الاسلام کانت له نوراً یوم القیامة (حضرت

کعب بن مرة فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمان ہونے کی حالت میں

بڑھاپے کو پہنچے تو یہ اس کے لئے قیامت کے دن روشنی کا ذریعہ ہوگا) طبری نے حضرت

ابن مسعود سے روایت نقل کی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یکرہ تغیر الشیب (نبی کریم ﷺ سفید بالوں کے متغیر کرنے کو ناپسند کرتے تھے) اس لئے تو حضرت علیؓ، حضرت سلمہ بن اکوعؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ نے خضاب نہیں کیا۔ شیخ جوادؒ نے جمع بین الامرین کرتے ہوئے لکھا ہے۔

قوله : ولعل الجمع بین الأمرین بأن من شأنه الشیب ینبغی له الخضاب 'ومن لم یشنہ فلا یستحب له (اتحافات ص ۸۶) یعنی امرین میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ سفید بال عیب دار معلوم ہوتے ہوں اس کو خضاب لگانا چاہئے اور جس کے ساتھ معیوب نہ لگے اس کے لئے خضاب لگانا مستحب نہیں۔ بہر حال ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خضاب کا مسئلہ اور معاملہ وسیع ہے ولکنہ اولیٰ من علمہ لعموم الأحادیث الواردة فی ذلک (تاہم نہ لگانے کی بہ نسبت خضاب لگانا بہتر ہے بوجہ وارد شدہ عمومی احادیث کے) امام احمدؒ خود بھی خضاب لگاتے تھے اور خضاب لگانے والے سے محبت کرتے تھے بعض علماء نے اس مسئلہ میں بھی عرف کا اعتبار کیا ہے۔ تاہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب اسود سے منع فرمایا ہے لامرہ ابا جحیفہ بان یغیر شیبہ و یجتنب السواد (اتحافات ص ۸۷) (کیونکہ آپ ﷺ نے ابو جحیفہؓ کی بالوں کی سفیدی کو تبدیلی کا حکم تو دیا لیکن ساتھ ہی سیاہ خضاب سے بچنے کا فرمایا) اور اسی طرح بہت سے روایات میں اس کی شاعت اور برائی کو اشارہ ہے۔ جیسے کہ علامہ ملا علی قاریؒ نے فرمایا لحدیث ابن عباس ایضاً مرفوعاً یكون قوم فی آخر الزمان یخضبون بهذا السواد کحوامل الحمام لا یجدون رائحة الجنة رواہ ابو داؤد والنسائی وفی اسنادہ مقال (جمع ص ۱۲۴) (حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کبوتر کے پوٹے کی مانند سیاہی کے ذریعہ خضاب کریں گے، ایسے لوگ جنت کی بُو بھی نہیں پائیں گے)۔ اسی ضمن میں ملا علی قاریؒ نے یہ بھی فرمایا کہ ومنہم من فرق فی ذلک بین الرجل والمرأة فاجاز لها دون الرجل واختاره الحلیمی واما خضب الیدین والرجلین فیستحب فی حق النساء ویحرم فی حق الرجال الا للتداوی

(حوالہ بالا) یعنی بعض فقہاء نے سیاہ خضاب کے بارے میں مرد اور عورت میں فرق کیا ہے عورت کے لئے سیاہ خضاب کو جائز قرار دیا ہے جبکہ مرد کے لئے ناجائز، اسی کو حلیمی نے اختیار کیا ہے اور ہاتھوں، پیروں پر مہندی لگانا عورتوں کے لئے تو مستحب ہے اور مردوں کے لئے حرام ہے البتہ تداوی کے لئے جائز ہے۔

### لونِ اصفر کی ترغیب و برکات:

شیخ ابراہیم البجوری نے المطامح وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ خضاب بالاصفر محبوب اور پسندیدہ عمل ہے اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی پسندیدگی اور مدح کی طرف انہا بقرة صفراء فاقع لونہا تسر الناظرین (۶۹:۲) (وہ ایک گائے ہے زرد خوب گہری ہے، خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو) سے اشارہ فرمایا ہے حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے ان من طلب حاجة بنعل اصفر قضیت لأن حاجة بنی اسرائیل قضیت بجلد اصفر فیتاکد جعل النعل من الاصفر (مواہب ص ۶۱) (کہ جو شخص کسی حاجت کو زرد جوتے کے ذریعہ تلاش کرتا ہے تو وہ پوری ہو جائیگی اسلئے کہ بنی اسرائیل کی حاجت پیلے چمڑے کے ساتھ پوری کر دی گئی تھی اس لئے جوتا زرد چمڑے سے بنانا مؤکد ہے)

علامہ بیجوریؒ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ ہمیشہ نعالِ اصفر کے پہننے کی ترغیب دیا کرتے تھے کیونکہ صفرة ان الوان سے ہے جو انسان میں مسرتیں پیدا کرتے ہیں۔ کما اشار الیہ جمهور المفسرین حضرت ابن عباسؓ بھی فرماتے ہیں کہ صفرة (زرد رنگ) نفس میں انبساط پیدا کرتی ہے اور ہم و غم کو دور کر دیتی ہے حضرت ابن زبیر اور یحییٰ بن کثیر نے کالے جوتوں کے پہننے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان کے پہننے سے غم بڑھتا ہے۔ وقال ابن حجر فی الفتاویٰ و جاء یامعشر الأنصار حمروا أو صفروا و خالفوا أهل الكتاب و کان عثمان یصفر (مواہب ص ۶۱) (ابن حجرؒ نے فتاویٰ میں کہا کہ یہ بھی وارد ہے کہ اے گروہ انصار کا! تم (سفید بالوں کو) سرخ یا زرد (پیلے) کرو اور پہو و نصاریٰ کی مخالفت کرو اور حضرت عثمانؓ بھی بالوں کو زرد کیا کرتے تھے)



## سفید بالوں کے اکھاڑنے کا حکم:

اس سے قبل بھی صفحہ ۳۰۵ پر اجمالاً عرض کیا گیا تھا مزید توضیحاً عرض ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک سفید بالوں کا اکھاڑنا مکروہ ہے لحدیث عمر و بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً لا تنتفوا الشیب فانہ نور المسلم رواہ الاربعة وقال الترمذی حسن (سفید بال نہ اکھیڑو کہ یہ مسلمان کا نور ہے) اور امام مسلم نے حضرت انسؓ سے بروایت قتادہ نقل فرمایا قال کان یکرہ نتف الرجل الشعرة البيضاء من رأسه ولحيته وقال بعض العلماء لا یکرہ نتف الشیب الا علی وجه التزین وقال ابن العربی وانما نهی عن النتف دون الخضب لان فیہ تغیر الخلقۃ من اصلها بخلاف الخضب فانہ لا یغیر الخلقۃ علی الناظر الیہ واللہ الموفق للصواب. (سر اور داڑھی کے سفید بالوں کو اکھیڑنا مکروہ ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ صرف تزین کی غرض سے اکھیڑنا مکروہ ہے۔ ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ سفید بالوں کو اکھیڑنا ممنوع ہے نہ کہ مہندی لگانا اس لئے کہ اکھیڑنے میں اصل خلقت کی تبدیلی ہے اس کے برعکس خضاب میں خلقت کی تبدیلی نہیں ہے) (جمع ص ۱۲۴)

## بَابُ مَا جَاءَ فِي كُحْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

### باب حضور اقدس ﷺ کے سرمہ کے بیان میں

امام ترمذی نے اس باب میں مختلف طرق کے اعتبار سے چھ حدیثیں بیان فرمائی ہیں جو حقیقت میں چار حدیثیں بنتی ہیں۔ وفي الباب ستة احاديث باعتبار الطرق وهي في الحقيقة اربعة (مواہب ص ۶۲) ان احاديث میں خود حضور اقدس ﷺ کا بنفسِ نفیس اپنی آنکھوں میں سرمہ ڈالنا سرمہ کے استعمال کے بارے میں ہدایات اور سرمہ استعمال کرنے کے فوائد بیان کیے گئے ہیں۔

باب خضاب کے بعد باب الکحل کے لانے کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ کحل کو بھی خضاب کے ساتھ ایک گونہ مشابہت ہے لشيبة الكحل بالخضاب في أنه نوع من الزينة (مواہب ص ۶۱) (اس لئے کہ سرمہ کو بھی خضاب کے ساتھ زینت کے اقسام میں سے ہونے میں مشابہت ہے)

### سرمہ کا استعمال شرعی حکم اور منافع:

والكحل (بالضم) كل ما يوضع في العين للاستشفاء (ہر وہ چیز جو حصولِ شفا کی غرض سے آنکھ میں رکھی جاتی ہے) والكحل (بالفتح) جعل الكحل في عينه (آنکھ میں سرمہ ڈالنے کو) کو کہتے ہیں (مواہب ص ۶۱) اور كحل بفتحين بمعنی خلقی طور پر آنکھ کا سرگیں ہونا (تقریر ترمذی) فالفاعل كاحل والمفعول مكحول (مناوی ص ۱۲۵) (تو اس کا اسم فاعل كاحل اور اسم مفعول مكحول کے وزن پر آتا ہے) سرمہ مختلف قسم کے حجریات (پتھروں) سیاہ سفید نیلے پیلے اور سرخی مائل سے تیار کیا جاتا ہے جو کہ انسانی

آنکھوں کے لئے مفید ذریعہ حفاظت اور زینت و جمال کا باعث ہے۔  
 سرمہ مستحبات میں سے ایک جائز ضرورت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود  
 سرمہ استعمال فرماتے تھے جس سے تین فوائد حاصل ہوتے ہیں یعنی زینت، شفاء اور سنت  
 وهو یكون للزينة أو التطيب أو الاستشفاء (اتحافات ص ۸۸) بہر حال سرمہ کا استعمال  
 درجہ استحباب میں ہے اتباع سنت کی نیت سے ہو پھر تو عبادت ہی عبادت ہے۔  
 شیخ ابراہیم البجوری فرماتے ہیں۔ والا کتھال عندنا معاشر الشافعية سنة للاحادیث  
 الواردة فيه (مواہب ص ۶۲) ہم شافعیہ کے نزدیک بوجہ ان احادیث کے جو اس بارے  
 میں وارد ہوئی ہیں آنکھوں میں سرمہ ڈالنا سنت ہے۔

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول:

شیخ ابراہیم البجوری نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے پاس اسکندرانہ کی ایک ڈبیہ تھی  
 جس میں شیشہ، کنگھی، سرمہ دانی، قینچی اور مسواک وغیرہ ہوا کرتے تھے اور آپ کے شیشے کا  
 نام المدلة تھا۔ کان له صلی اللہ علیہ وسلم ربعة اسکندرانہ فیہا مرآة و مشط  
 ومکحلة ومقراض ومسواک وکانت له مرآة اسمها المدلة (مواہب ص ۶۵)

## ابن عربی کا ارشاد:

- ابن عربی فرماتے ہیں کہ سرمے کے استعمال میں دو فوائد ہیں۔
- (۱) زینت جب حصول زینت کی نیت سے استعمال کیا جائے تو یہ شرعاً مطلوب ہے  
 باعث اجر و ثواب بھی ہے اور یہ تصنعات مذمومہ میں داخل نہیں جو شرعاً ممنوع ہیں کحل  
 زینت کے لئے شرعاً کوئی تحدید نہیں وہ بقدر حاجت ہے۔
  - (۲) تطیب جب تطیب کی نیت سے استعمال ہوگا فہو يقوى البصر وينبت الشعر  
 البتة (تو وہ نظر کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بالوں کی بڑھوتری کرتا ہے) کحل منفعت  
 اور کحل تطیب کے لئے وقت متعین ہے۔ وقتہ صاحب الشرع کل ليلة (مواہب  
 ص ۶۲) (صاحب شریعت نے اس کو ہر رات کے ساتھ مؤقت کیا ہے)

(۴۸/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ اَنْبَاَنَا اَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِكْتَحِلُوا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِثُ الشَّعْرَ وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ مَكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلَاثَةً فِي هَذِهِ وَثَلَاثَةً فِي هَذِهِ .

ترجمہ! ہمیں محمد بن حمید رازی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو داؤد طیالسی نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت عبّاد بن منصور سے نقل کی اور انہوں نے عکرمہ سے۔ وہ اپنے استاذ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اِثْمِد کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو اس لئے کہ وہ آنکھ کی روشنی کو بھی تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی زیادہ اگاتا ہے حضرت ابن عباسؓ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے تین تین سلائی ہر رات آنکھوں میں ڈالا کرتے تھے۔

راویان حدیث (۱۷۰) محمد بن حمید الرازی اور (۱۷۱) عبّاد بن منصور کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## اِثْمِد کی فضیلت و برکات:

اِکْتَحِلُوا بِالْاِثْمِدِ ارشاد ہے آنکھوں میں اِثْمِد سرمہ لگایا کرو ای دو مواعلی استعمالہ (جمع و مناوی ص ۱۲۶) یعنی اس کو پابندی سے استعمال کرو۔ اِثْمِد ایک خاص قسم کا پتھر ہے جسے (پیس کر) سرمہ بنایا جاتا ہے۔ حجر یکتحل بہ (جمع ص ۱۲۶) تو زبشتی نے فرمایا یہ حجر معدنی ہے بعض نے کہا۔ هُو الْكحل الْاصْفَهَانِي (جمع ص ۱۲۶) (یہ اصفہانی سرمہ ہے) اِثْمِد کالاسرمہ ہے مگر سرخی مائل و هو اسود یضرب الی حمرة (مواہب ص ۶۲) اس میں بہت سے فائدے ہیں ینشف اللعنة والقروح و یحفظ صحة العین و یقوی عصابتها لا سیما للشیوخ و الصبیان (جمع ص ۱۲۶) (کہ آنسو، پھوڑوں کو خشک کرتا ہے اور آنکھوں کی صحت مضبوطی تقویت کا ذریعہ بنتا ہے

خصوصاً بوڑھوں اور بچوں کے لئے)

اثمد سرمہ کے استعمال کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے خود حضور اقدس ﷺ نے استعمال فرمایا اور اس کے استعمال کرنے کا حکم دیا حالانکہ آپ ﷺ صرف بھلائی اور خیر کا ہی حکم دیتے ہیں۔ ویکفی فی فضلہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکتحل بہ وامر باستعمالہ وهو لا یأمر الا بخیر (اتحافات ص ۸۸) ابن ماجہ میں روایت ہے کہ تمام سرموں میں بہترین سرمہ اشد ہے کہ روشن کرتا ہے نگاہ کو اور اگاتا ہے پلکوں کو (ابن ماجہ ص ۲۵۰) نیز اسی باب کی حدیث ۲/۵۱ صفحہ ۳۳۳ میں بھی یہی حدیث مذکور ہے۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاثمد المروح عند النوم وقال لیتقہ الصائم (رسول اللہ نے سوتے وقت اشد سرمہ لگانے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ روزہ دار اس سے بچے) بیہقی میں ہے کان یکتحل بالاثمد وفی سندہ مقال یعیآ پ اشد کا سرمہ لگاتے تھے

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے قالت کان لرسول اللہ اثمدا یکتحل بہ عنلمنامہ فی کل عین ثلاثا (جمع ص ۱۲۶) (نبی کریم ﷺ کے پاس اشد سرمہ تھا اور سوتے وقت ہر آنکھ میں اس سے تین سلائی لگاتے) تاہم اتنا یاد رہے کہ اس کے مخاطب صحت مند ہیں مگر جو آنکھ مریضہ ہو اسے اشد کا استعمال نقصان دیتا ہے اما العین المریضۃ فقد یضرہا الاثمدا (مواہب ص ۶۲)

فانہ یجلو البصر بصارت کو روشن کرتا ہے آنکھوں کی میل کچیل دور کرتا ہے انہ کی ضمیر کا مرجع اشد ہے یا اکتحال ہے یجلوا جلاء سے ہے یعنی اثمدا یا عمل اکتحال آنکھوں کو پاک و صاف کر دیتا ہے۔ مواد ردیہ جو سر سے آنکھوں میں نازل ہوتا ہے اسے دور کر دیتا ہے ویدفع المواد الردیۃ المنحدرة الیہ من الرأس (مواہب ص ۶۲)

وینبت الشعر... انبات سے ہے یعنی آنکھوں کی پلکوں کے بالوں کی افزائش کرتا ہے اسی طرف اشارہ ہے کہ سرمہ کے استعمال سے دوران خون درست ہوتا ہے جس کی وجہ سے پلکوں کے بال لمبے اور گھنے ہو جاتے ہیں جب پلکیں کمزور ہوں تو آنکھوں

کی صحیح حفاظت نہیں ہو پاتی تو بصارت پر اثر پڑتا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں المراد شعر اهداب العين الذی ینبت علی اشفارها وعند ابی عاصم والطبری من حدیث علی بسند حسن علیکم بالاثمد فانہ منبتة للشعر منہبۃ للقدی مصفاة للبصر (جمع ص ۱۲۶) یعنی اس سیا نکھوں کے پلکوں کے بال مراد ہیں جو آنکھوں کے کنارے پر آگئے ہیں۔ ابو عاصم اور طبری سے سند حسن کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں فرمایا کہ: اثمد سرمہ استعمال کیا کرو اس لئے کہ یہ پلکوں کے بال اگاتا ہے، میل کچیل کو دور کرتا ہے اور بصارت کو صاف کر دیتا ہے۔

### بعض ائمہ متبوعین کے آراء و دلائل:

ابن حجر فرماتے ہیں امر یہاں پر ندب کے لئے ہے کیونکہ سرمہ لگانا دنیوی منافع کے قبیل سے ہے بعض ائمہ حضرات کی رائے یہ ہے کہ اکتحال بالاثمد سنت ہے کیونکہ آپ نے اس پر ہمیشگی اور مواظبت کی ہے اور اس کی دعوت بھی دی ہے۔

امام مالک کی رائے یہ ہے کہ فقط زینت کے لئے سرمہ لگانا مکروہ ہے البتہ ان کے نزدیک امراض خفیفہ سے تداوی کے لئے سرمہ لگانا جائز ہے۔ وفي هذا اشارة الى اننا نقصد عند الاکتحال التسنن ودوام الصحة والاستشفاء (اتحافات) (اس میں یہ اشارہ ہے کہ سرمہ کے استعمال کرنے کے وقت طلب شفا اور صحت اور سنت پر عمل کرنے کا ارادہ ہو)

### لفظ زعم کی بحث:

لفظ زعم سے قبل قولی حدیث تھی کہ حضور اقدس ﷺ نے سرمہ اثمد کے استعمال کی ترغیب دی اب آگے لفظ زعم کے بعد فعلی حدیث کا بیان ہے کہ سرمہ کے استعمال سے متعلق آپ کا اپنا معمول مبارک کیا تھا اس میں پہلی بات تو یہ ہے لفظ زعم کا معنی کیا ہے دوسرا یہ کہ اس میں ضمیر فاعل کا مرجع کون ہے؟

(۱) یہاں پر لفظ زعم بمعنی قال کے ہے دونوں ہم معنی ہیں اور ضمیر حضرت ابن عباس کو راجع ہے ملا علی قاری بھی فرماتے ہیں کہ ضمیر کا مرجع اگر ابن عباس کو قرار دیا

جائے۔ وهو أقرب وبلا استدلال أنسب (جمع ص ۱۲۶) (یہی زیادہ راجح اور استدلال کے مناسب ہے) اور زعم بمعنی قول محقق کے ہوگا والمراد به هناك القول المحقق (اتحافات ص ۸۹)

(۲) بعض حضرات نے کہا اگرچہ یہ قول ضعیف بھی ہے کہ زعم کی ضمیر کا مرجع محمد بن حمید ہیں تو پھر زعم اپنے لغوی معنی شک پر باقی رہے گا جو ضعف حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ درمیانی راویوں کو ساقط کر دیا گیا۔ علامہ ملا قاری لکھتے ہیں فالزعم باق علی معناه المتبادر اشارة الى ضعف حدیثه باسقاط الوسائط بينه وبين النبي صلى الله عليه وسلم (جمع ص ۱۲۶)

(۳) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہاں لفظ زعم سے شک والی بات مراد ہی نہیں بلکہ قال اور زعم کو الگ الگ لانے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ قولی حدیث اور فعلی حدیث میں امتیاز کرنا چاہتے ہیں لفظ قال سے حدیث قولی اور لفظ زعم سے حدیث فعلی کو اشارہ ہے۔ اور ایک اشارہ اس امتیاز کو بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی حدیث مرفوع ہے اور دوسری موقوف ہے۔ وایماء الی ان الاول حدیث مرفوع والثانی موقوف او الاول قولی والثانی فعلی (جمع ص ۱۲۶)

## لفظ مکحلة کی بحث:

كانت له مکحلة... آپ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں آپ سرمہ استعمال فرمایا کرتے تھے مکحلة اسم آلہ ہے قاعدہ کے لحاظ سے میم پر کسرہ آنا چاہیے تھا مگر یہاں ضمہ ہے تاہم محدثین اور ائمہ لغت اسے اسم ظرف نہیں مانتے بلکہ اسم آلہ قرار دیتے ہیں جس کا ضمہ خلاف القیاس ہے اور نوادرو عجائب سے ہے۔

اسم آلة الكحل علی خلاف القیاس والمراد منها مافیہ الكحل. (جمع ص ۱۲۷)

رات کو سرمہ کے استعمال اور عمل تثلیث کی حکمت و برکت:

یکتحل منها کل لیلة ثلاثة... آپ ہر رات اس سے سرمہ کیا کرتے تھے تین

سلائی اس آنکھ میں اور تین سلائی اُس آنکھ میں۔ رات کو سرے کے استعمال میں فائدہ یہ ہے۔ - والحكمة فيه انه حينئذ ابقى للعين وامكن في السراية الى طبقاتها (جمع ص ۱۲۷) یعنی اس میں حکمت یہ ہے کہ سرمہ دیر تک آنکھ میں رہتا ہے اور اچھی طرح آنکھ کے مختلف حصوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ ثلاثة اي متواليه (جمع ص ۱۲۷) وحكمة التليث توسطه بين الاقلال والاكثر (مناوی ص ۱۲۷) تثليث کی حکمت قلت اور کثرت کے درمیان متوسط عدد کو اختیار کرنا ہے)

### ایتار کی صورتیں اور حکمت و برکات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من اکتحل فليوتر (ابوداؤد) ایتار (طاق عدد) میں دو قول ہیں (۱) ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ کیا جائے۔ جیسا احادیث میں مذکور ہے لیکون في كل عين يتحقق الايتار (جمع ص ۱۲۷) (تاکہ ہر آنکھ میں ایتار پر عمل ہو جائے)

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں آنکھوں میں پانچ سلائیوں کی جائیں تاکہ مجموعی طور پر ایتار مکمل ہو۔ تین دائیں میں اور دو بائیں میں جیسے کہ شرح السنۃ میں مذکور ہے کہ اس صورت میں مناسب صورت استعمال سرمہ کی یہ ہو کہ ابتداء بھی اور انتہاء بھی دائیں سے تفضيلاً لها على اليسار (جمع ص ۱۲۷) (دائیں کو بائیں پر فضیلت کی وجہ سے)۔

(۳) اور یہ بھی جائز ہے کہ ہر آنکھ میں دو دو سلائی سرمہ کیا جائے وواحدة بينهما تو بھی ایتار کی تکمیل ہو جائے گی۔

(۴) اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ دائیں آنکھ میں تین سلائی متعاقبہ یکجا کی جائیں اور بائیں آنکھ میں دو سلائی فیکون الوتر بالنسبة اليهما جميعاً (جمع ص ۱۲۷) (تو مجموعہ کی نسبت ایتار ہو جائے گا) ملا علی قاری فرماتے ہیں وأرجحها الاول لحصول الوتر شفعا مع انه يتوصل ان يكتحل في كل عين واحدة ثم وثم ويؤل امره الى الوترين بالنسبة الى العضوين (جمع ص ۱۲۷) (ان میں پہلی صورت زیادہ راجح ہے



اس لئے کہ اس سے ہر آنکھ میں تین، تین سلائی دو مرتبہ ڈالنا حاصل ہو جاتا ہے چونکہ اعضاء یعنی آنکھیں دو ہیں لہذا اس سے ایتار یعنی دو مرتبہ ثابت ہو جاتا ہے (علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں - ویمکن الجمع بین هذه الروایات باختلاف الاوقات ففعل کلا فی وقت (مواہب ص ۶۳) (انمختلف روایات میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ یہ مختلف اوقات پر محمول ہیں تو ہر ایک صورت کو آپ نے کسی نہ کسی وقت اختیار کیا ہے)

### شیخ عبدالرؤفؒ کی توضیح و تنبیہ:

شیخ عبدالرؤفؒ اپنی شرح شمائل میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ سرمہ لگانے کے دو فائدے ہیں (۱) زینت (۲) تطیب۔ اور جب اس کا استعمال زینت کے لئے ہو تو یہ ظاہری بناوٹ اور تصنع سے مستثنیٰ ہے اور وہ مذموم تصنع نہیں جو شرعاً ممنوع ہے مثلاً ”وصل“ اصلی بالوں کے ساتھ جعلی بالوں کا امتزاج، الوشم جسم کے حصوں پر سوئی گودنے اور ابھرنے کے ذریعہ نقش و نگار بنانا، تفلج دانتوں میں چیر نکالنا وغیرہ۔ سرمہ زینت کرنے والوں کے لئے رخصت اور اللہ کی رحمت ہے اور جب سرمہ تطیب کی نیت سے استعمال کیا جائے تو آنکھوں کو قوت و طاقت ملتی ہے ضعف و کمزوری کا ازالہ ہوتا ہے اوپر والے بال اگتے ہیں جو قوت باصرہ کو روشن کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں اور تیز شعاعوں سے نظر کو محفوظ رکھتے ہیں۔ ہاں کحل برائے زینت کی کوئی شرعی حد مقرر نہیں ہے اس کے اظہار و اخفاء میں قدر حاجت کا اعتبار ہے البتہ کحل منفعت کے لئے شارع نے رات کا وقت مقرر کیا ہے فائدہ یہ ہے کہ رات کو سوتے وقت سرمہ آنکھوں کے پلکوں میں رہتا ہے آنکھ کی گرمی کو سکون بخشتا ہے آنکھوں کی گہرائیوں میں خودسرایت کرتا ہے اور مقصود انتفاع میں اس کی تاثیر ظاہر ہوتی ہے۔ (مناوی ص ۱۲۷)

(۴۹/۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ الْبَصْرِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ بْنُ يُونُسَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ

بُنْ هَارُونَ ابْنًا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ بِالْإِثْمِدِ ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ فِي حَدِيثِهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ مَكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ .

ترجمہ! ہمیں عبداللہ بن صباح ہاشمی بصری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے اس روایت کی خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسرائیل بن یونس نے عباد بن منصور کے حوالے سے یہ خبر دی (ح) اور ہمیں بیان کیا علی بن حجر نے۔ اُن کو بیان کیا یزید بن ہارون نے۔ انہیں خبر دی عباد بن منصور نے۔ انہوں نے یہ روایت عکرمہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی یہ صحابی رسول فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین سلائی اثمہ کے سرمہ کے ڈالا کرتے تھے اور ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ ہی سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمہ کا سرمہ ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو روشن بھی کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اگاتا ہے۔

راویان حدیث (۱۷۲) عبداللہ بن صباح (۱۷۳) عبید اللہ بن موسیٰ اور (۱۷۴) اسرائیل بن یونسؓ ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## لفظ ح کی توضیح :

امام ترمذی ”اس حدیث کو تقویۃً دو اسناد کے ساتھ لائے ہیں ایک سند سے دوسری سند کے انتقال کے لئے درمیان میں ح لایا گیا ہے کہ پہلی سند یہاں ختم ہوئی اب دوسری سند لائی جا رہی ہے مابہ الاتصال فی السند پر ح لکھ دیا جاتا ہے استدلال کے لئے ایک ہی سند کافی ہوتی ہے جبکہ تمام سندات کے لانے میں تطویل ہے۔ چونکہ اسناد کا تعدد حدیث کی تقویت کا باعث ہے اس لئے محدثین حضرات نے تطویل سے بچنے کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ جہاں اسناد مختلفہ ہیں ایک راوی مابہ الاشتراک ہو تو وہاں ح مفردہ درج کر کے ایک سند سے دوسری سند کو انتقال کر لیتے ہیں۔

## ”ح“ کا تلفظ اور معنی:

محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ فرماتے ہیں ح کے تلفظ اور معنی میں اختلاف ہے علماء مغرب اس کی تعبیر تحویل سے علماء مشرق اس کو ح بالمد اور بالقصر پڑھتے ہیں مگر بالقصر پڑھنا اولیٰ ہے

امام شعبہؒ فرماتے ہیں حروف تہجی اور ایسا ثنائی کلمہ جس کے آخر پر الف ہوتا ہے اگر ترکیب کلام میں آجائے تو وہ بالمد پڑھا جاتا ہے اگر بغیر ترکیب کے مفرد استعمال ہو تو بالقصر پڑھنا اولیٰ ہے جیسے باتا ثا وغیرہ۔

بعض حضرات نے اسے معجمہ ”خ“ بمعنی اشارة الی اسناد آخر قرار دیا ہے مگر زیادہ معروف اور صحیح ”ح“ مہملہ ہے بعض حضرات کے نزدیک اشارہ ہے الی آخر ماسیجیٹی کو، بعض علماء مغرب اسے الحدیث سے ماخوذ اور اس کا بدل قرار دیتے ہیں مگر قول فیصل اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ح محدثین کی اصطلاح میں تحویل سے کنایہ ہے یعنی ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہونا یہاں ایک فائدہ یہ بھی ملحوظ رہے کہ محدثین حضرات کے عادات میں ایک یہ بھی ہے کہ جب متعدد طرق سے ایک حدیث لاتے ہیں تو متن حدیث اس سند کا درج کرتے ہیں جو عالی ہو۔

## آنکھوں میں سرمہ لگانے کا طریقہ:

قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم . حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدسؐ سونے سے پہلے اٹھ سرمہ استعمال فرمایا کرتے تھے ہر آنکھ میں تین تین سلائی لگاتے وقال یزید بن ہارون الخ یزید بن ہارون اپنی روایت میں کہتے ہیں کہ آپؐ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی۔

جس سے آپؐ سوتے وقت سرمہ استعمال کرتے تھے ہر آنکھ میں تین تین سلائیاں سرمہ ڈالتے۔ گذشتہ روایت میں بھی آپؐ کا یہی معمول بیان ہو چکا ہے

والمقصود بیان اختلاف الألفاظ بین روایة اسرائیل وروایة یزید و قوله ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم كانت له مکحلة یکتحل منها عند النوم ثلاثاً فی کل عین هذه روایة یزید بن ہارون المتأخر بعد التحویل فالحصل ان کلاً من اسرائیل ویزید روی عن عباد بلفظ غیر الآخر فاللفظ الأول روایة اسرائیل عن عباد واللفظ الثانی روایة یزید (موہب ص ۶۴) یعنی یہ روایت اسرائیل اور روایت یزید میں الفاظ کے اختلاف کو بیان کرنا مقصود ہے اور راوی کا یہ قول ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم كانت له الخ یہ یزید بن ہارون کی روایت ہے جو تحویل کے بعد ذکر ہے۔ حاصل یہ کہ اسرائیل اور یزید میں سے ہر ایک راوی نے عباد سے اپنے الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے تو ”ح“ سے پہلے کے الفاظ روایت اسرائیل عن عباد کے ہیں اور ”ح“ کے بعد والے الفاظ روایت یزید کے ہیں۔

(۵۰/۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَنبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اسْحَقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ.

ترجمہ! ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا۔ ان کو محمد بن یزید نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت محمد بن اسحاق سے لی اور انہوں نے محمد بن منکر سے سنی۔ وہ صحابی رسول حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمہ کا سرمہ سوتے وقت ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو روشن بھی کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اگاتا ہے۔  
راویان حدیث (۱۷۵) محمد بن یزید (۱۷۶) محمد بن اسحاق (۱۷۷) محمد بن المنکدر اور (۱۷۸) حضرت جابر کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح:

علیکم بالاثمد عند النوم .. اپنے اوپر اثمہ سرمہ کو لازم پکڑو سوتے وقت۔

علیکم اسم فعل ہے بمعنی خذوہ تو مرادی معنی یہ ہے کہ اکتحلوا بہ (جمع ص ۱۲۹)  
 (اشد کا سرمہ ڈالا کرو) ابن حجرؒ فرماتے ہیں والأمر للندب اجماعاً (جمع ص ۱۲۹)  
 یعنی یہاں امر بالاتفاق استحباب کے لئے ہے (عند النوم ای لأنه حينئذٍ أدخل  
 وأنفع (مواہب ص ۶۴) (سوتے وقت اس کا سرمہ ڈالا کرو اس لئے کہ اس طرح آنکھ  
 کے حصوں میں اچھی طرح سرایت کرتا ہے اور زیادہ مفید ہے)

## منافع دنیویہ کے ساتھ تعلیل:

فانه يجلو البصر وينبت الشعر یہی مضمون گذشتہ حدیث میں بھی گذر چکا ہے اخبار  
 عن اصل فائدة الاکتحال وكونه عند النوم ادخل في تلك الإفادة (مناوی ص ۱۲۹)  
 ملا علی قاریؒ نے اس مقام پر طویل بحث کی ہے جس کی تلخیص یہ ہے کہ حدیث میں سرمہ کے  
 فوائد کی منافع دنیویہ کے ساتھ تعلیل اس کی سنیت کے منافی نہیں بالخصوص جبکہ اس پر حضور  
 اقدس ﷺ کی مداومت اور ترغیبات قولیہ بھی موجود ہیں اور یہ منافع امور اخرویہ کے  
 لئے وسیلہ بھی ہیں۔

كمعرفة الطهارة وتوجه القبلة وغير ذلك مما يترتب على منافع البصر حتى فضله  
 بعضهم على السمع متعنا الله تعالى بهما (جمع ص ۱۲۹) یعنی جیسا کہ طہارت اور  
 استقبال قبلہ وغیرہ معلوم کرنا جو نظر کے فوائد میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نے بصارت  
 کو سماعت پر ترجیح دی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں کے فوائد سے بہرہ مند فرمائے۔ اور  
 تعلیل سے ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ سرمہ لگانے والے جب تحصیل سنت کا  
 ارادہ کریں تو اس کے لئے یہ بھی چاہئے کہ وہ معالجہ اور دواء کی بھی نیت کرے، عورتوں کی  
 طرح مجرد زینت پر اکتفاء نہ کرے۔ ولذا ذهب الامام مالکؒ الى كراهة الاکتحال  
 للرجال مطلقاً إلا للتداوی (جمع ص ۱۲۹) (اس لئے تو امام مالکؒ کے نزدیک مردوں  
 کے لئے بغیر تداوی کے سرمہ لگانا مطلق (باقی صورتوں میں) مکروہ ہے)

(۵۱/۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خَيْثَمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمْ الْإِثْمَدُ يَجْلُوا الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ .

ترجمہ! ہمیں قتیبہ بن سعید نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بشر بن مفضل نے خبر دی۔ انہوں نے عبد اللہ بن عثمان بن خثیم سے یہ روایت نقل کی انہوں نے سعید بن جبیر سے نقل کیا اور انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے سنی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے سب سرموں میں اثمہ بہترین سرمہ ہے آنکھ کو بھی روشنی پہنچاتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے۔

راویان حدیث (۱۷۹) بشر بن المفضل (۱۸۰) عبد اللہ بن عثمان اور (۱۸۱) سعید بن جبیر کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### بعض الفاظ حدیث کی تشریح:

ان خیر اکحالکم الإثمڈ الخ قال القسطلانی خیریتہ باعتبار حفظہ صحة العین لافی مرضہا اذا الإکتحال بہ لا یوافق الرمد فقد یكون غیر الإثمڈ خیر الہا بل ربما ضرہا الإثمڈ وقولہ یجلوا البصر الخ الجملة واقعة فی جواب سؤال مقدر فکان سائلاً قال ما السبب فی کونہ خیر الأكحال فقیل لہ یجلوا البصر وینبت الشعر (مواہب ص ۶۴) یعنی قسطلانی ”فرماتے ہیں کہ اثمہ سرمہ کا بہترین ہونا آنکھ کی حفاظت کی وجہ سے ہے، آنکھ کی بیماری میں کارآمد نہیں اس لئے کہ آشوب چشم کی صورت میں سرمہ موافق نہیں ہوتا، بسا اوقات اس میں اثمہ کے علاوہ چیز بہتر ہوتی ہے بلکہ کبھی تو اثمہ آشوب چشم کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ یجلوا البصر کا جملہ سوال مقدر کا جواب ہے کہ گویا کسی سائل نے پوچھا کہ اس میں بہتری کس وجہ سے ہے تو جواب دیا گیا کہ یہ بصارت کو روشن کرتا ہے اور پلکوں کو اگاتا ہے۔“

(۵۲/۵) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُسْتَمِرِّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ

الْمَلِكِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ .

ترجمہ! ہمیں ابراہیم بن مستمر بصری نے بیان کیا۔ اُن کو ابو عاصم نے عثمان بن عبدالمالک کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت سالم سے اور انہوں نے اپنے استاذ عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل کی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا کہ اٹھ ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو بھی روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے۔

راویان حدیث (۱۸۲) ابراہیم بن المستمر (۱۸۳) عثمان بن عبدالمالک (۱۸۴) سالم (۱۸۵) اور حضرت ابن عمرؓ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### ایرا و حدیث کا مقصد:

علیکم بالاثمد ... اس حدیث کا مضمون سابقاً گذر چکا ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں اعلم ان فائدة ایراد هذا الحدیث مکرراً باسانید مختلفة تقوية اصل الخبر وتأکید مضمونه فان عباد بن منصور ضعيف اتفاقاً و كان يدلس ورمى بالقدر (جمع ص ۱۳۰) یعنی اس حدیث کو مختلف اسانید کے ساتھ مکرر لانے کا فائدہ اصل روایت کی تقویت اور مضمون کی تاکید ہے اس لئے کہ راوی عباد بن منصور بالاتفاق ضعیف ہے وہ تدلیس کرتا اور اس پر قدریت کا الزام بھی تھا۔

## بَابُ مَا جَاءَ فِي لِبَاسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

### باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بارے میں

اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں، سفید لباس، گرتے کی پسندیدگی، گرتے کی ہیئت، چادر مبارک اوڑھنے، نیا کپڑا پہننے کے وقت دعا اور مختلف الوان کے لباس پہننے کے سلسلہ میں سولہ (۱۶) احادیث لائی گئی ہیں۔ باب ماجاء ای بیان ما ورد فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الأخبار (مواہب ص ۶۵) (باب ان احادیث کے بیان میں جو آپ ﷺ کے لباس کے متعلق وارد ہوئی ہیں)

### گذشتہ باب سے ربط :

گذشتہ ابواب میں ترجل، خضاب اور کحل کا بیان تھا ان کے بعد اب اس باب میں لباس کے سلسلہ میں وارد احادیث لائی جا رہی ہیں لمناسبة لها فی أنه نوع من الزينة . (مواہب ص ۶۵) (ان ابواب کے ساتھ وجہ مناسبت یہ ہے کہ، یہ بھی زینت کی ایک قسم ہے) وجاء هذا الباب عقب الخضاب والترجل لأنه مما يتزين به الانسان . (تحافات ص ۹۳) خلاصہ یہ کہ خضاب، کنگھی کرنا اور لباس ان میں جامع مناسبت تزیین ہے۔

### لباس کی فضیلت :

اللباس بروزن کتاب ما یلبس فوق الجسم (جو جسم پر پہنا جاتا ہے) کو کہتے ہیں اسی طرح ملبس بروزن مذهب، لبس بروزن حمل، اور لبوس بروزن صبور کا بھی یہی معنی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لباس کی تخلیق میں دو مصلحتوں اور فوائد کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی ادم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواکم وریشاً (۲۶: ۷) اے اولاد آدم! ہم نے



تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے جو کہ تمہاری ستر پوشی اور زینت کا ذریعہ ہے۔  
 شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ارشاد ہے اللباس زینة والعری شین (لباس  
 زینت کا باعث ہے اور ننگا ہونا عیب ہے) (حجة اللہ البالغة) لباس انسان کی فطرت ہے  
 جب حضرت آدم و حواء علیہما السلام نے شجر ممنوعہ کا پھل کھا لیا تو ان کا جنتی لباس اتر گیا اور  
 دونوں کو شرمندگی کا احساس ہوا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وِرْقِ الْجَنَّةِ (۷:۲۲) تو  
 انہوں نے جنت کے درختوں کے پتوں کے ساتھ اپنی ستر پوشی کی۔ خلاصہ یہ کہ ستر پوشی عین  
 فطرت ہے اور عریانی خلاف فطرت ہے۔

## لباس کے پانچ اقسام و احکام:

شیخ عبدالجواد الدومیؒ نے لباس کے پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ  
 اور مباح۔ واللباس تعتریه الاحکام. الخمسة: فيكون واجباً كاللباس الذي يستر  
 العورة ومنلوباً كالثوب الحسن للعيدین، والثوب الأبيض للجمعة ومحرمًا كالحرير  
 للرجال ومكروها كلبس القديم البالي للرجل الغني ومباحاً وهو ما عدا ذلك (اتحافات  
 ص ۹۳) یعنی واجب لباس وہ ہے جو ستر عورت کو چھپائے اور مندوب جیسا کہ عیدین کے  
 موقع پر اچھا لباس پہننا یا نماز جمعہ کے لئے سفید لباس پہننا۔ اور حرام لباس جیسا کہ مردوں  
 کے لئے ریشم کا لباس۔ اور مکروہ جیسا کہ مالدار آدمی پرانا اور بوسیدہ لباس پہنے۔ اور مباح وہ  
 لباس جو ان کے علاوہ استعمال کیا جاتا ہے

## لباس میں اعتدال:

عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اختیارِ ثياب اور تأنق  
 میں اعتدال پسند تھے اور قرآن کے ارشاد کے مطابق لباس تقویٰ کی ترغیب دیتے تھے  
 وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ (۷:۲۶) اور لباس پرہیزگاری کا وہ سب سے بہتر ہے  
 حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے ایاکم ولبستین: لبسة مشهورة، ولبسة محقورة۔ دو قسم  
 کے لباس سے بچتے رہو ایک شہرت کے لباس سے دوسرے حقارت کے لباس سے۔

وقال بعضهم أما الطعام فكل لنفسك ما اشتهيت واجعل لباسك ما اشتهاه الناس  
یعنی کھانے میں اپنی پسند اور چاہت کا خیال رکھو اور لباس میں لوگوں کی پسند منتخب کرو۔  
(جبکہ حرام لباس اور غیر اقوام کی مشابہت اس میں نہ ہو) اس لئے حضور اقدس ﷺ بھی  
اپنی قوم جیسا لباس پہنتے تھے اور لباس میں کسی پر بھی تفاخر اور امتیاز انہیں محبوب نہ تھا۔ فکان  
يلبس الكساء الخشن ويقسم اقبية الخزفي صحبه آپ خود کھدر کا کھدر را چغہ پہنتے  
تھے جبکہ صحابہ کرامؓ کوریٹھی کپڑے (جواز کی حدود کو ملحوظ رکھ کر) کی شیروانیاں تقسیم فرماتے  
تھے (اتحافات ص ۹۳)

(۵۳/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ اَنْبَاَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى وَابُو تَمِيْلَةَ وَزَيْدُ بْنُ  
حُبَابٍ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ  
الشَّيَابِ اِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ .

ترجمہ! محمد بن حمید رازی نے ہمیں بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی فضل بن موسیٰ اور  
ابو تمیلہ اور زید بن حباب نے۔ انہوں نے یہ روایت عبد المؤمن بن خالد سے اور انہوں نے  
عبد اللہ بن بریدہؓ سے نقل کی اور وہ روایت ام المؤمنین ام سلمہؓ سے نقل کرتے ہیں۔ ام  
سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب کپڑوں میں گرتے کو زیادہ پسند  
فرماتے تھے۔

راویان حدیث (۱۸۶) الفضل بن موسیٰ (۱۸۷) ابو تمیلہ (۱۸۸) زید بن حباب اور  
(۱۸۹) عبد المؤمن بن خالد کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں  
بعض الفاظ حدیث کی تشریح:

قالت كان أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم القميص... حضرت ام  
سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو لباس کے کپڑوں میں قمیص بہت پسند تھی۔  
باب کی پہلی تین روایات کا متن ایک ہی ہے سوائے تیسری حدیث کے کہ اس میں یلبسه

کا لفظ آیا ہے مگر چونکہ اسناد قدرے مختلف تھے اس لئے ایک ہی متن کو علیحدہ علیحدہ سند کے ساتھ بیان فرمایا ہے

## لفظ قمیص کی لغوی، عرفی، نحوی تحقیق :

لقمیص اس کی جمع قُمُصُ، قُمُصُ، اَقْمُصُ اور قُمُصَانُ آتی ہے۔ والقمیص اسم  
 ما یلبس من المخیط الذی له کمان وجیب یلبس تحت الثیاب ولا یكون من  
 صوف کذا فی القاموس (مواہب ص ۶۶) (قمیص ایسے سلے ہوئے لباس کو جس کی  
 آستین اور جیب ہوں اور اون سے بنا ہوا نہ ہو) قمیص کو قمیص کیوں کہتے ہیں۔ شارحین  
 حدیث نے اس کی بھی توجیہات بیان کی ہیں۔ (۱) یہ تقمص سے ماخوذ ہے بمعنی تقلب  
 کے لتقلب الانسان فیہ (اس میں انسان گھومتا پھرتا ہے)

(۲) بعض حضرات نے کہا یہ غلاف القلب کی جلد کے نام سے ماخوذ ہے فان اسمها  
 القمیص (مواہب ص ۶۶) یعنی غلاف القلب کی جلد کو بھی قمیص کہتے ہیں۔ القمیص  
 بالنصب والرفع دونوں طرح منقول ہوا ہے ترکیب کے لحاظ سے مرفوع اور منصوب دونوں  
 طرح پڑھنا درست ہے الغرض القمیص یا تو کان کی خبر ہے یا کان کا اسم ہے۔  
 اس موقع پر یہ تشبیہ بھی ضروری ہے کہ لفظ قمیص ہمارے معاشرے میں ایک خاص  
 مروج وضع کے لباس پر بولا جاتا ہے تاہم یہ اصطلاح مستحدث ہے۔ مگر یاد رہے ہمارے  
 ماحول میں جس چیز پر ”گرتے“ کا اطلاق کرتے ہیں اہل عرب اسے قمیص کہتے ہیں جو  
 شرفاء اور معززین کا لباس ہے۔ علماء اور شرفاء کو صلحاء کا لباس پہننا چاہئے اور مروجہ قمیص سے  
 احتراز کرنا چاہئے۔

## قمیص مبارک :

قمیص کی مقدار کتنی ہو؟ روایات میں تصریح ہے کہ اس کی لمبائی نصف ساق تک  
 ہوا کرتی تھی نصف ساق سے نیچے بھی جائز ہے تاہم اگر کعبین کے نیچے ہو تو بالکل ناجائز ہے  
 سنت بہر حال یہ ہے کہ زانو کے نیچے اور نصف ساق کے قریب ہو۔

حضور اقدس ﷺ کو قمیص اس لئے بھی زیادہ پسند تھی کہ ووجه احیة القمیص الیہ صلی اللہ علیہ وسلم انه أستر للاعضاء من الإزار والرداء ولانه اقل مؤنة واخف علی البدن ولا بسہ اکثر تواضعاً (جمع ص ۱۳۲) (آپؐ کو قمیص پسند تھی اس لئے کہ تہبند اور چادر کی بہ نسبت یہ اعضاء کو اچھی طرح چھپاتی ہے، نیز اس کا خرچ بھی کم ہوتا ہے، بدن پر ہلکی رہتی ہے اور اس کا پہننے والا زیادہ متواضع ہوتا ہے)۔

## ایک تعارض سے جواب:

بعض روایات میں آیا ہے کہ آپؐ کو حُلّہ یعنی یمنی چادریں پسند تھیں جو بظاہر اس روایت کے منافی ہیں اور بظاہر تعارض ہے حضراتِ محدثین فرماتے ہیں کہ دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

(۱) کہ مخیط یعنی سلے ہوئے کپڑوں میں آپؐ کو قمیص پسند تھی اور غیر مخیط یعنی اُن سلے کپڑوں میں حُلّہ یعنی چادریں پسند تھیں۔

(۲) اور ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ أحب الثیاب میں اسم تفضیل کی اضافت استغراق کے لئے نہیں ہے کہ تمام کپڑوں سے زیادہ پسند تھی بلکہ مطلق کپڑے مراد ہیں تو معنی یہ ہوگا کہ مطلق کپڑوں میں سے قمیص پسند تھی۔

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں فهو (القمیص) أحبها الیہ لبساً والحبرة أحبها الیہ رداء فلا تعارض بین حدیثیہما او ذاک أحب المخیط وذا أحب غیرہ (مناوی ص ۱۳۱) یعنی لباس کے طور پر پہننے کے لئے تو قمیص زیادہ پسند تھی جبکہ چادر کے لئے یمنی چادر زیادہ پسند تھی لہذا دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں یا یہ کہ سلے ہوئے لباس میں قمیص زیادہ پسند تھی اور اُن سلے میں یمنی چادر زیادہ پسند تھی۔

مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ میں ایک توجیہ یہ بھی لکھی ہے کہ فالقمیص أحب باعتبار الصنع والحبرة باعتبار اللون والجنس (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۳) (کہ قمیص آپؐ کو باعتبار صنعت (بناوٹ) کے اور یمنی دھاری دار چادر باعتبار رنگ اور جنس کے)

## قمیص کیوں پسند تھی:

یہاں یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ آپؐ کو قمیص کس مادے سے بنی ہوئی پسند تھی۔ شیخ ابراہیم البجوریؒ فرماتے ہیں۔ والظاہران المراد فی الحدیث القطن والکتان دون الصوف لأنه يؤذى البدن ويلد العرق ويتأذى بريح عرقه المصاحب. (مواہب ص ۶۶) یعنی حدیث میں جس قمیص کا ذکر ہے اس سے بظاہر کاٹن اور کتان کی قمیص مراد ہے نہ کہ اون کی۔ اس لئے کہ اون سے بدن کو تکلیف ہوتی ہے اور پسینہ کولاتا اور جذب کر لیتا ہے جس کی بوجہ دوسرے ساتھیوں کے لئے باعث تکلیف ہوتی ہے۔ ویسے آپؐ نے صوف سے بنے ہوئے کپڑے استعمال فرمائے ہیں والصواب ان افضل الطريق طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التي سنها وامر بها ورغب فيها وداوم علیہا وہی ان ہدیہ فی اللباس ان یلبس ما تیسر من اللباس من الصوف تارة والقطن تارة والکتان تارة الخ (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۲) (صحیبات یہ ہے کہ بہتر طریقہ، رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے جس کو آپؐ نے اختیار فرمایا، اس کا حکم دیا، اس میں رغبت دکھائی اس پر ہمیشگی فرمائی وہ یہ ہے کہ لباس میں آپؐ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جو لباس میسر آتا اس کو پہن لیتے، کبھی اون کا، کبھی کاٹن کا اور کبھی کتان کا) قمیص یعنی کرتے کے ساتھ تقریباً تمام بدن ڈھانپ لیا جاتا ہے بدن پر کرتہ ہلکا بھی محسوس ہوتا ہے اس کے استعمال میں تکبر اور فخر بھی نہیں پایا جاتا ہے اس سے بدن اچھا خوبصورت اور ستھرا نظر آتا ہے۔

## لباس میں کفایت شعاری:

حضور اقدس ﷺ نے لباس کے استعمال کے متعلق بھی انتہائی زہد و درویشانہ زندگی کو محبوب رکھا۔ چنانچہ شیخ ابراہیم البجوریؒ فرماتے ہیں لم یکن له سوی قمیص واحد (مواہب ص ۶۶) یعنی آپؐ کے پاس ایک کے سوا دوسری قمیص نہیں تھی۔ ففی الوفاء عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت مارفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط غداء لعشاء ولا عشاء لغداء ولا اتخذ من شئ زوجین لا قمیصین ولا ردائین ولا إزارین ولا زوجین من

النعال (مواہب ص ۶۶) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ صبح کے کھانے میں سے شام کے لئے اور شام کے کھانے میں سے صبح کے لئے کچھ بھی بچا نہیں رکھتے تھے (یعنی ایک سے دوسرے وقت کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑتے تھے سب تقسیم فرمادیتے تھے) اور بیک وقت آپ کے پاس کسی چیز کے دو جوڑے نہیں ہوتے تھے نہ دو قمیصیں نہ دو چادریں نہ دو نلگیاں اور نہ ہی جوتوں کے دو جوڑے۔

(۵۴/۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَيَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصَ .

ترجمہ! ہمیں علی بن حجر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں فضل بن موسیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت عبدالمؤمن بن خالد سے اور انہوں نے عبد اللہ بن بریدہ سے نقل کی۔ انہوں نے یہ روایت ام المؤمنین ام سلمہ سے اخذ کی، وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سب کپڑوں میں گرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔

### دونوں روایات میں سند کا فرق:

اسی روایت کا متن پہلی روایت کے الفاظ کے ساتھ منقول ہے لیکن سند حدیث میں قدرے فرق ہے اور وہ اس طرح کہ (۱) پہلی روایت میں امام ترمذی کے شیخ محمد بن حمید الرازی ہیں اور اس دوسری روایت میں علی بن حجر ہیں (۲) پہلی روایت میں محمد بن حمید نے اپنے تینوں شیوخ (فضل بن موسیٰ، ابومیلہ، زید بن حباب) کے واسطے سے عبدالمؤمن بن خالد سے روایت کی ہے اور دوسری روایت میں علی بن حجر نے صرف فضل بن موسیٰ کے واسطے سے عبدالمؤمن سے نقل کی ہے واللہ اعلم۔

مضمون حدیث بعینہ پہلی روایت والا ہے۔ المتن واحد والاسناد متعدد مذکورہ للحکم مؤکد (جمع ص ۱۳۲) (ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ متن حدیث ایک ہے اور اسناد

متعدد ہیں اور ان کا تذکرہ حکم کو مؤکد کر دیتا ہے)

(۵۵/۳) حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو تَمِيمَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الشَّيْبِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْقَمِيصَ قَالَ أَبُو عَيْسَى هَكَذَا قَالَ زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَهَكَذَا رَوَى غَيْرٌ وَاحِدٌ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ مِثْلَ رِوَايَةِ زِيَادِ بْنِ أَيُّوبَ وَأَبُو تَمِيمَةَ يَزِيدُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ عَنْ أُمِّهِ وَهُوَ أَصَحُّ ..

ترجمہ! ہمیں زیاد بن ایوب بغدادی نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو تمیمہ نے بیان کیا۔ انہوں نے عبدالمؤمن بن خالد سے انہوں نے عبد اللہ بن بریدہ سے ان کی والدہ کے حوالے سے اور انہوں نے ام المؤمنین ام سلمہ سے روایت بیان کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو پہننے کے لئے سب کپڑوں میں سے گرتے زیادہ پسند تھا۔

راویان حدیث (۱۹۰) زیاد بن ایوب البغدادی (۱۹۱) امہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## سند کی بحث اور سابقہ روایات سے فرق:

يلبسہ القميص ... یہ جملہ حالیہ ہے اور القميص کان کی خبر ہے۔ اس روایت کی سند میں پانچ فرق ہیں۔

(۱) امام ترمذی کے استاذ بدل گئے۔ علی بن حجر اور محمد بن حمید ازی کے بدلے زیاد کو لایا گیا۔

(۲) صرف ابو تمیمہ دوسرے مرتبہ پر ہیں جبکہ پہلی روایت میں بھی آپ دوسرے مرتبہ میں تھے لیکن اس کے ساتھ اس مرتبہ میں فضل بن موسیٰ اور زید بن حباب بھی شریک تھے اور یہ کہ آپ کا دوسری روایت میں تو تذکرہ بھی نہیں۔

(۳) عبد اللہ بن بریدہ اور حضرت ام سلمہ کے درمیان امہ کا واسطہ ذکر ہوا جبکہ اس

سے پہلے کی دونوں روایتوں میں نہیں ہے۔

(۴) اور یہ بھی اشارہ کر دیا کہ زیاد بن ایوب کی یہ روایت جو بواسطہ ابوتمیلہ حضرت ام سلمہؓ سے ہے اس میں „عن امہ“ کی زیادتی ابوتمیلہ نے کی ہے اور یہی اصح بھی ہے بنسبت ابوتمیلہ کی اس روایت کے جو کہ اس کے شاگرد محمد بن حمید الرازی نے نقل کی ہے۔

(۵) اور یہ بھی کہ ابوتمیلہ سے اس زیادتی کے ساتھ روایت بہت سے رواۃ نے نقل کی ہے جیسے کہ حدیث ۳/۵۵ کے آخر میں قال ابو عیسیٰ الخ سے یہ بات واضح ہے۔ امہ کا نام معلوم نہیں لہذا جہالت لازم آتی ہے مگر روایت اس سے متاثر نہ ہوگی اسلئے کہ ان کی والدہ بھی صحابیہ ہیں والصحابۃ کلہم عدول (اور صحابہؓ) (وصحابیات) سب عادل ہیں) باب ہذا کی دوسری اور تیسری حدیث پہلی کے لئے تاکید ہے تیسری حدیث میں لفظ ”یلبسہ“ کا اضافہ ہے وقال البخاری: الحدیث الثالث أصح الثلاثة، وذلك لزيادة عن أمہ فی السند (اتحافات ص ۹۵) (امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ تیسری حدیث باب کی تینوں روایات سابقہ میں سے زیادہ فصیح ہے اور یہ اس لئے کہ اس روایت کی سند میں عن امہ کا اضافہ اور زیادتی ہے)

(۵۶/۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ بُدَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ مَيْسِرَةَ الْعُقَيْلِيَّ عَنْ شَهْرِبْنِ حَوْشِبٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ كَانَ كُمْ قَمِيصِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرَّسْغِ .

ترجمہ! ہمیں عبد اللہ بن محمد بن حجج نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں معاذ بن ہشام نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے بدیل عقیلی کے حوالے سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت شہر بن حوشب سے اور انہوں نے اسماء بنت یزید سے نقل کی۔ یہ صحابیہ رسولؐ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے گرتے کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی۔

راویان حدیث (۱۹۲) عبد اللہ بن محمد بن الحجج (۱۹۳) معاذ بن ہشام (۲۹۴) ابی (۱۹۵) بدیل (۱۹۶) شہر بن حوشب اور (۱۹۷) حضرت اسماء بنت یزید کے



حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## آستین مبارک :

قالت كان كُم قميص رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الرسغ... حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کی آستین کلائی کے پہنچے تک تھی اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کا بیان ہے کُم آستین کو کہتے ہیں۔ الرسغ بعض روایات میں ص کے ساتھ بھی آیا ہے الرسغ جیسا کہ ایک حدیث

میں ہے ان کمہ الی رصغہ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۲)

(کہ آپ ﷺ کے قمیص کی آستین پہنچے تک تھی) وہ جوڑ جو کلائی اور بازو یا ہتھیلی اور کلائی کے درمیان واقع ہو جسے عام اصطلاح میں پہنچا کہتے ہیں۔ ہو مفصل الساعد والكف (اتحافات ص ۹۵) (رسغ بازو اور کلائی کے جوڑ کو کہتے ہیں اور اسی کا نام الکوع بھی ہے)

ویسمی الکوع (جمع ص ۱۳۲)

## بیان حکمت :

علامہ بیجوریؒ اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر آستین رسغ بند سے بڑھ جائے تو پکڑنے اور ہاتھ کی سرعت حرکت سے مانع ہوتی ہے اور اگر رسغ سے چھوٹی ہو تو پھر ہاتھ کا ظہور ہوگا اور اسے سردی گرمی وغیرہ سے تکلیف ہوگی۔ فکان جعله الی الرسغ وسطاً وخیر الامور اوسطها (مواہب ص ۶۷) (تو آپ ﷺ کی قمیص کے آستین پہنچوں تک رکھنا درمیانی طریقہ تھا اور یہ سب امور میں بہتر ہوتا ہے)

## ایک تعارض کا حل :

بعض روایات میں آستین الی أسفل الرسغ (پہنچوں سے نیچے تک) آیا ہے اور بعض میں یساوی أصابعہ (کہ انگلیوں کے برابری تک) کی تصریح ہے شارحین حدیث نے جمع تطبیق کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

(۱) ان روایات کو مختلف اوقات اور مختلف حالات پر حمل کیا جائے کہ کبھی یوں پہنی تھیں

کبھی یوں وماورد من أن الكم كان يصل الى الأصابع فلعله في بعض الاحيان في الحضرة (تحافات ص ۹۵) (یہ بات کہ آنحضرت ﷺ کی آستین انگلیوں تک ہوتے تو شاید یہ بعض اوقات کے اعتبار سے تھا یا حالت اقامت میں اس طرح ہوتے)

(۲) جب آستین سیدھی ہوتی تھی تو پہنچے سے نیچے تک پہنچتی تھی اور جب بار بار کے دھونے اور استعمال سے سکڑ جاتی تھی تو پہنچے تک پہنچتی تھی۔

(۳) بعض حضرات کہتے ہیں کہ آستین کی تمام روایات اندازہ و تخمینہ پر حمل ہیں اور صورت میں تو کوئی اشکال ہی باقی نہیں رہتا۔

(۴) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے ”بذل المجہود“ میں تحریر فرمایا ہے کہ پہنچے کی روایات افضلیت پر محمول ہیں اور اس سے زیادہ کی روایات سے بیان جواز ثابت ہے۔

(۵) علامہ جزریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ گرتہ کی آستین میں سنت یہ ہے کہ وہ پہنچے تک اور گرتہ کے علاوہ چونغہ وغیرہ میں نیچے تک لیکن انگلیوں سے متجاوز نہ ہو۔

قال الجزری فیہ دلیل علی ان السنة ان لا يتجاوز کم القميص الرسغ وأما غیر القميص فقالوا السنة فیہ ان لا يتجاوز رؤس الاصابع من جبة وغیرها (جمع ص ۱۳۵) أخرج سعید بن منصور و البیهقی عن علی رضی اللہ عنہ أنه کان یلبس القميص حتی اذا بلغ الاصابع قطع ما فضل ویقول لا فضل للکمین علی الاصابع (مواہب ص ۶۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ گرتہ پہنتے تھے جب آستین انگلیوں سے بڑھے ہوئے ہوتے تو اس کو کاٹ دیتے اور فرماتے کہ آستینوں کو انگلیوں پر کوئی فوقیت حاصل نہیں)

(۶) شیخ ابراہیم البجوریؒ تعارض اور اس کا حل تحریر فرماتے ہیں۔ وورد ایضاً أنه صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس قميصاً وکان فوق الکعبین وکان کماہ مع الأصابع وجمع بعضهم بین هذا و بین حدیث الباب بأن هذا کان یلبسه فی الحضرة و ذاک فی السفر (مواہب ص ۶۸) یعنی حضور اقدس ﷺ گرتہ پہنتے جو ٹخنوں سے اوپر ہوتا اور آستین

انگلیوں کے برابر رہتے۔ بعض نے اس حدیث اور حدیث باب کو یوں جمع کیا ہے کہ آپؐ لمبی آستینوں والا کرتہ حالت اقامت میں پہنتے اور پہنچوں تک لمبا کرتہ حالت سفر میں پہنتے تھے۔

خلاصہ شیخ عبدالجواد الدومیؒ کے الفاظ میں یوں ہے کہ القصر هو الغالب ولعل الطول كان لعارض أو لبرد أو لسبب غير ذلك (اتحافات ص ۹۵) آستینوں میں قصر غالب تھا اور پہنچوں سے لمبا ہونا کسی عارض یا سردی یا کسی اور وجہ سے ہوتا تھا) علماء نے تصریح کی ہے کہ آستین کا انگلیوں سے آگے لٹکانا حرام ہے انگلیوں کی حد تک رہنا اس سے نیچے اور رسغ (پہنچے) تک یہ تینوں جائز ہیں اسلئے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی شخص کی آستین رسغ سے آگے تک ہوں تو نماز میں رسغ تک ان کو کھول دے۔

(۵۷/۵) حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنِيُّ بْنُ حُرَيْثٍ أَخْبَرَنَا أَبُو نَعِيمٍ أَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَشِيرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِّنْ مُّزَيْنَةَ لِنُبَايَعِهِ وَإِنَّ قَمِيصَهُ لَمُطْلَقٌ أَوْ قَالَ زِرٌّ قَمِيصِهِ مُطْلَقٌ قَالَ فَأَدْخَلْتُ يَدِي فِي جَيْبِ قَمِيصِهِ فَمَسَسْتُ الْخَاتَمَ .

ترجمہ! ہمیں ابوعمار حسین بن حریث نے بیان کیا ان کو ابو نعیم نے خبر دی، انہیں خبر دی زہیر نے عروہ بن عبداللہ بن قشیر کے حوالے سے۔ انہوں نے یہ روایت معاویہ بن قرۃ سے ان کے باپ کے حوالے سے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ تو حضور اقدس ﷺ کے گرتہ کا گریبان یا اس کا بٹن کھلا ہوا تھا میں نے آپؐ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر تبرکاً مہر نبوت کو چھویا۔

راویان حدیث (۱۹۸) عروہ بن عبداللہ بن قشیر (۱۹۹) معاویہ بن قرۃ اور (۲۰۰) ابیہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## لفظ ”رھط“ کا معنی و تشریح:

قال اتیت . صحابی رسولؐ بیان کرتے ہیں کہ میں قبیلہ مزینہ کے ایک گروہ (رھط) کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رھط قوم قبیلہ اور تین اشخاص سے لے کر سات یا دس یا تیس یا چالیس اشخاص تک کی جماعت کو کہتے ہیں جس میں عورتیں شامل نہیں ہوتیں۔ الرھط قوم الرجل وقبیلته (تحافات ص ۹۶) یعنی ”رھط“ کسی آدمی کی قوم اور قبیلہ کو کہتے ہیں۔ الرھط اسم جمع ہے لا واحد له (مواہب ص ۶۸) اور هو جماعة من العشرة الی الاربعین او من ثلاثة الی العشرة (جمع ص ۱۳۵) یہ اس روایت کے منافی نہیں ہے انہ جاء جماعة من مزینة وهم اربع مائة راكب واسلموا لانه یحتمل ان یکون مجيئهم رھطاً رھطاً اولانه مبني علی انه یطلق علی مطلق القوم (جمع ص ۱۳۵) (آنحضرتؐ کے پاس قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت، جو چار سو سواروں پر مشتمل تھی آئی اور اسلام لے آئی اس لئے کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ گروہ گروہ ہو کر آئے ہوں یا یہ اس پر مبنی ہے کہ یہ لفظ مطلق قوم پر بولا جاتا ہے) لفظ ”فی“ بمعنی مع کے ہے ای مع رھط جیسے کہ قرآن میں ہے ادخلوا فی امم ای مع امم (مواہب ص ۶۸) (کہ داخل ہو جاؤ جماعتوں کے ساتھ کہ یہاں آیت میں فی امم بمعنی مع امم کے ہے)

## بیعت کی تین قسمیں:

لنبایعه : جار مجرور متعلق آیت کے ہے۔ یہ اسلام لانے کی بیعت تھی جیسا کہ علامہ بیجوریؒ نے لکھا ہے علی الاسلام (مواہب ص ۶۸) (کہ ہم اسلام لانے کی بیعت کریں) مزینہ مصغر ہے مضر قبیلہ سے ہے واصلہ اسم امرأة (مناوی ص ۱۳۵) (اصل میں ایک عورت کا نام تھا)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تین قسمیں ثابت ہیں (۱) بیعت علی ارکان الاسلام (اسلام کے بنیادی ارکان پر بیعت) (۲) بیعت علی الجهاد (جہاد پر بیعت) (۳) بیعت علی الاعمال المنصوصة خاص خاص اعمال پر بیعت موجودہ دور

میں حضراتِ صوفیاء کرام جو بیعت لیتے ہیں وہ اسی تیسری قسم کے تحت میں آتی ہے جو اصلاحِ باطن کے لئے لی جاتی ہے مقصود اصلاحِ اعمال ہے جو فقہ ہی سے ہے۔

اعمال کی بھی دو قسمیں ہیں اعمالِ ظاہرہ، اعمالِ باطنہ، جس طرح اعمالِ ظاہرہ کی اصلاح منصوص ہے ایسے ہی اعمالِ باطنہ کی اصلاح بھی مامور بہا (ضروری) ہے کہ اسلام کی تعلیمات میں تکبر، حسد وغیرہ مذموم و ممنوع اور تواضع و عبدیت کی تلقین کی گئی ہے تو یہ بھی گویا فقہ کا ایک شعبہ ہوا۔

ابن جوزیؒ وغیرہ نے جو تصوف اور بیعت کا انکار کیا ہے تو وہ اس کے علاوہ مروجہ مبتدعہ طریقِ بیعت و تصوف ہے جو جاہل صوفیاء نے گھڑ رکھا ہے ورنہ اصل تصوف اور حقیقتِ بیعت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے۔

## گریبان مبارک:

وان قمیصہ لمطلق ... اس وقت آپ کے گرتہ مبارک کا گریبان کھلا ہوا تھا ای غیر مقید بزر قال میرک ای غیر مشلود الازرار وقال العسقلانی غیر مزورور (جمع ص ۱۳۵) مطلب ایک ہے کہ گریبان کھلا ہوا تھا۔ یا یوں کہا اوقال زر قمیصہ مطلق الخ کہ آپ کی قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا ای غیر مربوط (جمع ص ۱۳۵) (بندھا ہوا نہیں تھا) اوقال زر قمیصہ لمطلق (آنحضرتؐ کا گریبان کھلا تھا یا گرتے کا بٹن کھلا تھا)۔ قال العسقلانی الشک من شیخ الترمذی ای وهو ابو عمار لامن معاویة وقال بعض الشراح الشک من معاویة لامن دونہ کما وہم (مواہب ص ۶۸) عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ شک امام ترمذی کے شیخ ابو عمار کو ہوا ہے نہ کہ معاویہ کو۔ بعض شارحین کے مطابق معاویہ کو شک ہوا ہے نہ کہ ان کے علاوہ نیچے کے راوی کو)

## کمالِ محبت کے تقاضے:

عشق و محبت اور کمالِ اطاعت کے تقاضے کچھ اور ہی ہوتے ہیں پھر حضراتِ صحابہ کرامؓ تو اس کا کامل نمونہ تھے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حالت میں دیکھتے اسی کو سنت سمجھ

کر اپنا لیتے، بلکہ اس میں ڈوب جاتے تھے چاہے وہ لباس ہی کی کسی ہیئت کا منظر کیوں نہ ہو ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں۔ قال عروة فمارأيت معاوية ولا اباه الا مطلقى

الازرار فى شتاء ولا خريف ولا يزران ازرارهما (جمع ص ۱۳۶)

عروة فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ اور ان کے باپ کو کبھی نہیں دیکھا مگر دیکھا تو ایسی حالت میں کہ ان کے گریبان کی گھنڈی (بٹن) لگی ہوئی نہیں ہوتی تھی اگرچہ گرمی ہو یا سردی ہمیشہ ان کی گھنڈیاں (بٹن) کھلی رہتی تھیں۔ اطاعت و وفاداری، محبت و خلوص اور فنائیت وہ مقدس اور پاک جذبہ تھا جس کی وجہ سے آپؐ کی ایک ایک سنت اور ایک ایک عمل اور ادا محفوظ و محفوظ ہے۔

شناورانِ محبت تو سینکڑوں ہیں مگر

جو ڈوب جائے وہ پکا ہے آشنائی کا

## لفظِ "جیب" کی تشریح:

فأدخلت يدي فى جيب قميصه... پس میں نے اپنا ہاتھ آپؐ کے گریبان میں ڈالا۔ جیب کا معنی ما يقطع من الثوب يخرج منه الرأس او اليد او غير ذلك ہے جیب کا اصل معنی قطع اور خرق ہے۔ ويطلق الجيب على ما يجعل فى صدر الثوب ليوضع فيه الشئى (جمع ص ۱۳۶) (جیب کا اطلاق اس حصہ پر بھی ہوتا ہے جو گرتہ میں سینہ کے اوپر بنایا جاتا ہے تاکہ اس میں کوئی چیز رکھی جائے)۔ قال القسطلانى لكن المراد من الجيب فى هذا الحديث طرف الثوب المنحيط بالعنق. اس حدیث میں جیب سے مراد وہ گریبان ہے جو گردن کو گھیرے ہوئے ہو۔ (مناوی ص ۱۳۶)

## شقِ جیبِ صدر پر تھا:

شارحین فرماتے ہیں کہ ظاہر روایت سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ آپؐ کا شقِ جیبِ صدر پر تھا کیونکہ اگر شقِ جیبِ صدر پر نہ ہوتا تو ہاتھ داخل کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ قال العسقلانى قوله أدخلت يدي الخ يقتضى ان جيب قميصه كان فى صدره (جمع ص ۳۶)

علامہ سیوطی نے شق الجیب پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اس حدیث کو بھی لیا ہے تاہم اس حدیث میں تصریح نہیں ہے البتہ اشارۃً یہ ثابت ہوتا ہے۔ البحر الرائق میں کتاب الجنائز کے تحت قمیص اور درع میں فرق بیان کیا گیا ہے عورت کے گرتے کو درع جبکہ مرد کے گرتے کو قمیص کہتے ہیں کیونکہ اس کا گریبان سینے پر ہوتا ہے جبکہ عورتوں کا تستر کی وجہ سے مونڈھوں پر لہذا لفظ بھی قمیص اور درع میں فرق ہے۔

البحر الرائق (ج ۲ ص ۱۷۶) میں ہے قوله الدرع لانه يقال على قميص المرأة كما فسره به في القاموس وعلى ما تلبسه فوق القميص كما ذكره عن المغرب الخ (لفظ درع کے لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ درع عورت کی قمیص کو کہا جاتا ہے جیسے کہ صاحب قاموس کہتے ہیں اور لغت کی کتاب ”مغرب“ میں ہے کہ درع ہر وہ لباس جو قمیص کے اوپر پہنا جاتا ہے)

### مسنون گر بیان:

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ بٹن اور گھنڈی لگانا بھی مسنون ہے اور کھلا رکھنا بھی سنت ہے معاویۃ اور قرۃ نے تو کھلا رکھا کہ انہوں نے یہی دیکھا تھا مگر سنت دونوں ہیں کہ دونوں آپ سے ثابت ہیں۔

### گر بیان میں ہاتھ کیوں؟

باقی رہی یہ بات کہ بے تکلفی کے بغیر انہوں نے آتے ہی گر بیان میں ہاتھ کیوں ڈالا جبکہ آپ کی ہیبت و جلال کی وجہ سے حضرات شیخینؒ بھی نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ شارحین جواب میں کہتے ہیں کہ یہ نووارد اور نو مسلم تھے آداب سے واقف نہ تھے اور نہ کسی نے ان کو آداب سے آگاہ کیا تھا۔

دوسرا یہ کہ ان کی غرض بھی تو مس خاتم تھی جیسا کہ تصریح ہے فمست الخاتم (کہ میں نے مہر نبوت کو ہاتھ لگایا) ہو سکتا ہے ان کی بھی یہ شرط ہو کہ ہم ایمان تب لائیں گے جب الخاتم کو مس کریں گے اور تحقیق مذہب کے لئے انہوں نے یہ جرأت کی ہو آپ نے بھی

بغرض دعوت و تحقیق ان کو نہیں روکا۔

## صحابی کی وارثی فنگی:

اس سے یہ اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک صحابی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ عشق تھا اور کس قدر غایت درجہ محبت تھی کہ انہوں نے جب آپ کا گریبان کھلا دیکھا تو بے صبری اور وارثی فنگی کے عالم میں ہر قسم کے آداب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے گریبان مبارک کے اندر ہاتھ داخل کر کے مہر نبوت چھونے کی سعادت حاصل کر لی اور اس کی برکت و نورانیت سے اپنے وجود کو بابرکت اور منور بنا لیا اور آپ نے بھی ان کو مہر مبارک چھونے سے منع نہ فرمایا۔ علامہ لہجوری فرماتے ہیں۔ وانما قصد التبرک (مواہب ص ۶۸) یعنی ان کا ارادہ تبرک حاصل کرنا تھا۔

(۵۸/۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ بَنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَهُوَ مُتَكِنٌ عَلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهِ فَصَلَّى بِهِمْ وَقَالَ عَبْدُ بَنُ حُمَيْدٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ سَأَلَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَوَّلَ مَا جَلَسَ إِلَيَّ فَقُلْتُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَقَالَ لَوْ كَانَ مِنْ كِتَابِكَ فَقُمْتُ لِأُخْرِجَ كِتَابِي فَقَبِضَ عَلَيَّ ثَوْبِي ثُمَّ قَالَ أَمَلِهِ عَلَيَّ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَلْقَاكَ فَأَمَلَيْتُهُ عَلَيْهِ ثُمَّ أَخْرَجْتُ كِتَابِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ.

ترجمہ! ہمیں عبد بن حمید نے خبر دی۔ ان کے پاس محمد بن فضل نے اور ان کے پاس حماد بن سلمہ نے بیان کیا انہوں نے یہ روایت حبیب بن شہید سے اور انہوں نے حسن سے اخذ کی۔ وہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ حضرت اسامہ پر سہارا لگائے ہوئے مکان سے تشریف لائے اس وقت حضور اقدس ﷺ پر ایک یمنی منقش کپڑا تھا جس میں حضور اقدس ﷺ لپٹے ہوئے تھے پس حضور اقدس ﷺ نے باہر



تشریف لا کر صحابہؓ کو نماز پڑھائی۔ عبد بن حمید کہتے ہیں کہ محمد بن فضل کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ تکھی بن معین جب میرے پاس آ کر بیٹھے تو انہوں نے سب سے پہلے مجھ سے اسی حدیث کے متعلق سوال کیا۔ پس میں نے کہنا شروع کر دیا کہ مجھ سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا تو تکھی بن معین کہنے لگے۔

کہ کاش یہ حدیث آپ اپنی کتاب سے پڑھ کر سنا تے۔ محمد بن فضل کہتے ہیں کہ میں کتاب لینے کے لئے جانے لگا تو تکھی بن معین نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور پھر فرمایا مجھے زبانی ہی لکھوادو شاید میں آپ سے دوبارہ نہ مل سکوں چنانچہ میں نے یہ حدیث ان کو زبانی ہی سنادی پھر میں اپنی کتاب لے آیا اور کتاب سے پڑھ کر سنادی۔  
راویان حدیث (۲۰۱) عبد بن حمید (۲۰۲) محمد بن الفضل اور (۲۰۳) حبیب بن شہید کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### بعض الفاظ حدیث کی تشریح:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج ... حضور اقدس ﷺ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے وہو متکئی علی اسامہ بن زید اس حالت میں کہ آپ اسامہ بن زید پر سہارا لیے ہوئے تھے متکئی کا لفظ الاتکاء سے ہے ومنہ قوله تعالیٰ متکئین فیہا علی الاراک (۱۳:۷۶) (تکیہ کیے ہوئے بیچ اس کے اوپر تختوں کے) اور ایک نسخہ میں متوکئی آیا ہے من التوکأ ومنہ قوله تعالیٰ اتوکأ علیہا (۱۸:۲۰) (تکیہ کرتا ہوں میں اوپر اس کے) دونوں کا معنی ایک ہے یعنی اعتماد اور سہارا۔ بعض عرب یہ تکیہ تکبر اور نخوت کی وجہ سے لگاتے تھے مگر بارگاہ نبوت میں یہ چیز نہ تھی آپ کا تکیہ کسی غرض اور عذر پر تھا۔  
کیونکہ یہ مرض الوفات کا واقعہ ہے جس کی تائید دوسرے طرق سے ہوتی ہے جیسا کہ دارقطنی میں ہے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج بین اسامہ والفضل بن عباس الی الصلوٰۃ فی مرضہ الذی مات فیہ۔ (حضور ﷺ مرض الوفات میں اسامہ اور فضل بن عباس کے سہارے نماز پڑھنے کے لئے باہر تشریف لائے)

## حضرت اسامہ بن زیدؓ :

حضرت اسامہؓ، حضرت زیدؓ کے صاحبزادے ہیں اور حضرت زیدؓ حضور اقدسؐ کے متبنی تھے حضرت اسامہؓ اور ان کے والد حضرت زیدؓ کو جب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے صحابہ کرامؓ میں سے قرآن میں اگر کسی کا نام آیا ہے تو وہ صرف حضرت زیدؓ ہیں فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا (۳۳:۳۷) (پس جب پوری کر لی زید نے اس سے حاجت) دراصل سورۃ احزاب کا یہ سارا رکوع حضرت زیدؓ کے متبنی ہونے کی خصوصیت کے ازالہ کے لئے نازل ہوا۔

جس سے بظاہر ان کی دل شکنی ہوئی جس کے تدارک کے لئے قرآن میں ان کا ذکر ہوا۔ صرف لفظ،، زید،، پڑھنے سے تیس نیکیاں موعود ہیں حضرت اسامہؓ کا تعارف شیخ عبدالجواد الدومیؒ کے الفاظ میں یوں ہے۔

واسامة : هو ابن زيد بن حارثة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان اسامة ابن حب رسول الله وابن مولاة رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي ام ايمن . أمره رسول الله صلى الله عليه وسلم على جيش فيه عمرو كبار الصحابة وهو دون العشرين ، وسير ابوبكر هذا الجيش بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم لحرب الروم بالشام ، وكان مسيرا مظفرا . مات سنة اربع وخمسين عن خمس وسبعين سنة بالمدينة . (تحفاته ص ۹۷) (حضرت اسامہؓ آپؐ کے متبنی و محبوب حضرت زید بن حارثہؓ اور ام ایمنؓ کے بیٹے اور حضور ﷺ کے محبوب تھے آپ ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو ایک ایسے لشکر کا امیر مقرر کیا تھا۔

جس میں حضرت عمرؓ اور دوسرے اکابرین صحابہؓ موجود تھے۔ حالانکہ اس وقت ان کی عمر بیس (۲۰) سال سے بھی کم تھی اور اس لشکر کو ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کی وفات مبارک کے بعد رومیوں سے جہاد کے لئے بھیجا تھا اور یہ سفر ان کا بڑا کامیاب رہا مدینہ شریف میں پچھتر (۷۵) سال کی عمر میں ۵۴ھ میں وفات پائی۔

## ثوبِ قطری کا معنی:

وعلیہ ثوب قطری یہ جملہ حالیہ ہے یا خبر ہے یہ قطر کی طرف منسوب ہے جو یمن میں ایک قریہ تھا ملا علی قاری نے مختلف آراء نقل کی ہیں. "نوع من البرود، ضرب من البرود وفيه حمرة ولها اعلام وفيها بعض الخشونة، حلل جیاد تحمل من قبل البحرین" وقال العسقلانی ثياب من غليظ القطن ونحوه (جمع ص ۱۳۷)

(۱) قطری یہ چادروں کی ایک قسم ہے۔

(۲) جس میں کچھ سرخی ہو اور ان پر کچھ نقش و نگار اور تھوڑا سا کھر دراپن بھی ہو

(۳) بحرین سے لائے گئے اچھے قسم کے جوڑے۔

(۴) اور امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ موٹی کپاس یا اس جیسی چیز سے بنائے گئے کپڑے۔

## التوشح کا مفہوم:

توشح بہ ' والتوشح بالثوب إلقاءه على عاتقه كالوشاح ولعل المراد هنا ادخال الثوب تحت يده اليمنى واللقاءه فوق منكبه الأيسر كما يفعل المحرم (لتحافات ص ۹۸) (توشح بالثوب کا معنی کپڑے کو کندھے پر (لپٹتے ہوئے ڈالنا) جیسے کہ گلے بند اور شاید کہ یہاں یہ معنی مراد ہوں کہ کپڑے کو دائیں ہاتھ کی (بغل) کے نیچے سے داخل کر کے اس کو بائیں کندھے پر ڈالنا جیسے کہ محرم شخص کرتا ہے)

## یہ واقعہ مرض الوفات کا ہے:

فصلی بہم ' ان الفاظ کا مدلول بھی یہی ہے کہ یہ واقعہ مرض الوفات کا ہے۔ أخرج ابن سعد من طریق ابی ضمرة الليثی عن حميد انه قال آخر صلوة صلاها رسول الله صلى الله عليه وسلم مع القوم في مرضه الذي قبض فيه في ثوب واحد متوشحاً به قاعداً (تحافات ص ۹۸) (ابن سعد نے ابی ضمیرہ لیشی "عن حميد کی سند سے یہ ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا کہ آخری نماز جو حضور ﷺ نے صحابہ کے ساتھ اس بیماری جس میں آپ فوت

ہوئے بیٹھ کر توشیح کرتے ہوئے پڑھی) انام بخاری حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي مات فيه وعليه ملحفة متغطيا بها (نبی کریم ﷺ اپنی اس بیماری جس میں فوت بھی ہوئے نکلے اور آپؐ ایک بڑی چادر اوڑھے ہوئے تھے) اس سے بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپؐ کے مرض الوفات کے یہی ایام تھے۔

### غلبہ ذوق حدیث:

سألني يحيى بن معين ... امام ترمذی کے استاذ عبد بن حمید کہتے ہیں کہ محمد بن فضل نے کہا کہ یحییٰ بن معین نے بیٹھتے ہی مجھ سے اس حدیث کے متعلق دریافت فرمایا میں نے فوراً حدیث زبانی سنانا شروع کی فقال لو كان من كتابك ، تو یحییٰ بن معین نے کہا کیا اچھا ہوتا کہ یہ حدیث مجھے آپ کتاب سے سنا دیتے کہ زبانی غلطی کا امکان ہے مگر تحریر زیادہ مستحکم ہوتی ہے فقمت لاخرج کتابی میں اٹھ کھڑا ہوا تاکہ ان کے مطالبہ پر اپنی کتاب لے آؤں مگر انہوں نے فوراً مجھے دامن سے پکڑا فقبض علی ثوبی اور بٹھایا پھر ارشاد فرمایا مجھے املا کر دیجیے اور ممکن ہے یہی میری زندگی کی آخری گھڑی ہو کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں آپ واپس آئیں اور ملاقات بھی نہ ہو سکے فانی اخاف ان لا القاک۔ محمد بن فضل کہتے ہیں ان کے اصرار پر پہلے حدیث زبانی سنادی پھر کتاب لایا فقرات علیہ پس یہ حدیث کتاب سے پڑھ کر بھی سنادی۔

اس سے یہ اندازہ بھی ہو جاتا ہے کہ سلف صالحین کو حدیث سے کس قدر شغف تھا، کس قدر محبت تھی اور دنیا کی بے ثباتی پر کس قدر یقین تھا۔ فانی اخاف ان لا القاک ای لانہ لا اعتماد علی الحیاة فان الوقت سيف قاطع وبرق لامع وفيه كمال التحريض علی تحصیل العلم لتفسير من الأمل سيمافی الاستباق الی الخیرات (مواہب ص ۶۹) (مجھے تو ڈرہیکہ آپ سے ملاقات نہ ہو سکے اس لئے کہ زندگی پر کوئی اعتماد نہیں کیونکہ وقت تو تلوار کاٹنے والی یا بجلی چمکنے کی مانند ہے اور اس میں علم حاصل کرنے پر مکمل ابھارنا اور شوق دلانا

ہے اور آرزوؤں سے نفرت دلانے خاص کر نیکیوں کی طرف سبقت کرنے میں)

یحییٰ بن معینؒ!

یہ وہی یحییٰ بن معین ہیں جنہیں محدثین امام الجرح والتعديل کے نام سے یاد کرتے ہیں امام اعظمؒ کی توثیق کرنے والے ہیں امام بخاریؒ ان کے شاگرد ہیں المدنی العظفانی البغدادی ہیں مناقب شہیرہ سے موصوف ہیں ہزاروں حدیثیں اپنے ہاتھوں سے لکھی ہیں واتفقوا علی امامتہ و جلالہ فی القدیم والحديث (مناوی ص ۱۳۸) (علماء کرام متقدمین و متاخرین آپؐ کی امامت اور علو شان پر متفق ہیں)

امام احمدؒ کا مشہور مقولہ ہے کل حدیث لا یعرفہ یحییٰ بن معین فلیس بحدیث وقال السماع من یحییٰ شفاء لما فی الصدور (مناوی ص ۱۳۸) (کہ ہر ایسی حدیث جس کی معرفت و تحقیق یحییٰ بن معین کو نہ ہو سکی تو گویا (وہ کوئی قوی) حدیث نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یحییٰ بن معینؒ سے سماع کر لینا دلوں کی تسکین کا ذریعہ ہے) ان کی عظمت اور فضیلت کا ایک شرف یہ بھی ہے کہ بعد الوفات انہیں اس تخت پر غسل دیا گیا جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا اور اسی چار پائی پر اٹھایا گیا جس پر آپؐ کو اٹھایا گیا تھا۔ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں وتشرف بان غسل علی السریر الذی غسل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحمل علی ما حمل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم (مناوی ص ۱۳۸) ۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۳ھ میں انتقال ہوا۔

(۵۹/۷) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَيَّاسِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ عِمَامَةً أَوْ قَمِيصًا أَوْ رِدَاءً ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيهِ أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُونُسَ الْكُوفِيُّ أَيْبَانًا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكِ الْمُزَنِيِّ عَنْ الْجُرَيْرِيِّ

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ ..  
ترجمہ! ہمیں سوید بن نصر نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا، ہمیں عبداللہ بن مبارک نے خبر دی  
انہوں نے سعید بن ایاس جریری سے اور انہوں نے ابی نضرہ سے اور انہوں نے ابوسعید  
الخدریٰ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کوئی نیا کپڑا پہنتے تو  
اظہارِ مسرت کے طور پر اس کا نام لیتے مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ گرتہ مرحمت فرمایا ایسے ہی عمامہ  
چادرو وغیرہ پھر یہ دعا پڑھتے۔ اللهم لك الحمد كما كسوتنيه اسألك خيره وخير  
ما صنع له واعدوك من شره وشر ما صنع له۔

(ترجمہ) اے اللہ تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں اور اس کپڑے کے پہنانے پر تیرا ہی شکر  
ہے یا اللہ تجھی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں (کہ خراب نہ ہو ضائع نہ ہو) اور ان  
مقاصد کی بھلائی اور خوبی چاہتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا۔ کپڑے کی بھلائی برائی تو  
ظاہر ہے اور جس چیز کے لئے بنایا گیا کا مطلب یہ ہے کہ گرمی سردی زینت وغیرہ جس غرض  
کے لئے پہنا گیا اس کی بھلائی یہ ہے کہ اللہ کی رضا میں استعمال ہو عبادت پر معین ہو اور اس  
کی برائی یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں استعمال ہو عجب و تکبر وغیرہ پیدا کرے۔

راوی حدیث (۲۰۴) سعید بن ایاس الجریری کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“  
میں ملاحظہ فرمائیں۔

### جب حضور اقدس ﷺ نیا کپڑا پہنتے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا استجد ثوباً حضرت ابوسعید خدریٰ بیان  
کرتے ہیں آپؐ جب نیا کپڑا پہنتے ای لبس ثوباً جدیداً واغرب من قال ای طلب  
ثوباً جدیداً ولعل المراد طلب لبسه او طلبه من اهله او خلمه (جمع ص ۱۳۹)  
جب آپؐ نیا کپڑا پہنتے اور زیادہ عجیب و غریب ہے جس نے یہ معنی کیا کہ آپؐ نے نیا کپڑا  
طلب کیا اور شاید کہ اس قائل کی مراد یہ ہو کہ آپؐ نے اس کا پہننا طلب کیا یا یہ مطلب کہ  
اپنے اہل (گھر والوں) یا خادموں سے طلب کیا ہو) سماء باسمہ تو اس کپڑے کو

اس کے نام سے موسوم فرماتے مثلاً جب کپڑا پگڑی کے لئے متعین ہوتا تو اس کا نام عمامہ رکھ دیتے یا چادر کے لئے تعین ہوتی تو رداء نام رکھتے اسی طرح جو کپڑا جس غرض کے لئے استعمال ہوتا وہی نام متعین فرماتے۔

فالمقصود التعميم مثل ان يقول رزقنى الله هذا القميص او كسانی هذه العمامة و اشباه ذلك (جمع ص ۱۳۹) (پس مقصود تعمیم ہے مثلاً یہ فرماتے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ قمیص عنایت فرمائی یا یہ عمامہ مجھے پہنایا۔ یا اس جیسے الفاظ سے) اس چیز کا نام لے کر دعا فرماتے) یا مراد یہ ہے کہ ہر ایک کپڑے کا بنفسہ مستقل نام تجویز ہوتا مثلاً آپ کے ایک عمامے کا نام اسحاب تھا ہر دونوں صورتوں میں آپ کا مقصود اظہار نعمت و تشکر تھا اسلئے تو بے اختیار زبان پر اللهم لك الحمد الخ جاری ہو جاتا۔ و علی كل حال فالقصد اظهار النعمة بدل التشكر والحمد (اتحافات ص ۹۹) اے اللہ ساری تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں۔۔۔ پس ہر صورت میں مقصود نعمت کا اظہار بطور تشکر اور حمد کے ہوتا) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نیا کپڑا پہنتے لبسہ یوم الجمعة (جمع ص ۱۳۹) (تو اس کو جمعہ کے دن پہنتے) ثم يقول ای بعد اللبس والتسمية وهی سنة اللهم لك الحمد كما كسوتنيہ. (پھر اس کے تسمیہ اور پہننے کے بعد) (اور یہ سنت ہے) فرماتے اے اللہ تیرے ہی لئے ساری تعریفیں ہیں جیسے کہ آپ نے مجھے یہ کپڑا پہنایا)

## لفظ کاف کی توجیہ:

کما میں کاف تعلیل کے لئے ہے ای اللهم لك الحمد علی كسوتك لی (اے اللہ! تیرے لئے سب تعریفیں ہیں بوجہ پہنانے آپ ہی کے ذات کا مجھ کو) ایہا یا تشبیہ فی الاختصاص کے لئے ہے ای اللهم الحمد مختص بك كاختصاص الكسوة بك (مواہب ص ۷۰) اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے ساتھ خاص ہیں جیسے (کسی کو) پہنانا بھی تیرے ساتھ خاص ہے)

محشی مشکوٰۃ شریف نے مرقاة سے کما کسوتنیہ کی توجیہات اس طرح نقل کی ہیں الکاف تعليلية او بمعنى علی والضمیر راجع الی المسمى فقولہ اسئالک استیناف

دعائہ بعد تقدیم الثناء او الکاف للتشبیہ وقولہ کما کسوتنیہ مرفوع المحل بانہ مبتداء والخبر اسئلک الخ ای مثل کسوتنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ کذالک اسئلک خیرہ ان یتوصل الی خیرہ (مشکوٰۃ ص ۳۷۵)

(لفظ کما میں) کاف تعلیلیہ ہے یا بمعنی علی کے ہے اور ضمیر (کسوتنیہ) کی راجح مسمی (جس کپڑے کا نام لیا تھا) کو ہے پس اللہ کی حمد و ثناء کے بعد اسئلک کے لفظ سے دعا شروع کر رہے ہیں یا کاف تشبیہ کیلئے ہے اور کسوتنیہ بنا بر مبتدا ہونے کے محلاً مرفوع ہے اور اسئلک الخ اس کی خبر ہے۔ یعنی معنی یہ ہوگا جیسے کہ آپ نے بغیر کسی زور و طاقت اور استحقاق کے مجھے پہنایا اسی طرح اس کے خیر کا بھی طالب ہوں کہ میری طرف اس کے خیر و بھلائی کو پہنچادے)

### دعاء مسنون کا مفہوم:

اسئلک خیرہ و خیر ما صنع لہ کپڑے کی خیر تو یہ ہے کہ جسم کے موافق ہو گرمی و سردی سے بچائے ستر پوشی اور زینت کا باعث بنے اور انسان یہ کپڑا پہن کر عبادت اور عبدیت کے فرائض پورے کر سکے غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر خود کو ہلاکت کی طرف نہ لے جائے۔ علامہ بیجوری فرماتے ہیں۔ والخیر الذی صنع لاجلہ من التقویٰ بہ علی الطاعة و صرفہ فیما فیہ رضاک نظراً لصلاح نية صانعه (مواہب ص ۷۰)

(وہ خیر و بھلائی جس کے لئے یہ بنایا گیا یعنی اس کے ذریعہ طاعتِ خداوندی پر تقویت اور اس کو تیرے رضا کے کاموں میں استعمال کرنے کی دعا کرتا ہوں بوجہ نظر رکھنے اس کے بنانے والے کی اچھی نیت پر) واعوذ بک من شرہ و شر ما صنع لہ کپڑے کا شر یہ ہے کہ وہ جسم کے ساتھ ناموافق ہو مضرت رساں ہو استکبار کا باعث ہو واعوذ بک من شرہ و من شر ما یترب علیہ مما لا ترضی بہ من التکبر و الخیلاء (مواہب ص ۷۰) (اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کے شر اور ہر اس چیز کے شر سے جو اس پر مرتب ہو یعنی ایسے کام جو آپ کے ناپسندیدہ ہیں یعنی ریا اور تکبر سے)۔



## کپڑا پہننے کی دیگر دعائیں:

اس دعا کے علاوہ بھی ایسے موقع پر حضور اقدس ﷺ سے دیگر دعائیں بھی منقول ہیں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جس نے نیا کپڑا پہنا اور پھر کہا **الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَآتَجَمَّلُ بِهِ حَيَاتِي ثُمَّ عَمِدَ إِلَى الثَّوْبِ الَّذِي اخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهِ كَانَتْ فِي حِفْظِ اللَّهِ وَفِي كَنْفِ اللَّهِ وَفِي سِتْرِ اللَّهِ حَيًّا وَمَيِّتًا** (ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ مجھے ایسی چیز پہنائی جس کے ذریعہ میں نے اپنی ستر پوشی کی اور اپنی زندگی کو خوبصورت بنایا) (یہ دعا پڑھ کر) پھر اس سابقہ پرانے کپڑے کو صدقہ کر دیا تو یہ شخص زندہ اور مردہ حالت (یعنی زندگی اور موت کے وقت) میں اللہ کی حفاظت سایہ اور ستر میں ہوگا) اسی طرح حضرت معاذ بن انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے جسے امام احمدؒ نے تخریج کیا ہے فرمایا جس شخص نے نیا کپڑا پہنا اور پھر کہا **الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ وَلَا قُوَّةٍ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَأَبَدَ مَا وَدَّ أَنْ يَأْتِيَهُ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ وَلَا قُوَّةٍ** (ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ پہنایا اور بغیر کسی زور و طاقت و استحقاق کے رزق عنایت فرمایا اس کے اگلے پچھلے سب گناہ اللہ تعالیٰ بخش دیگا)

## جب دوسرے شخص کو نیا کپڑے پہنے دیکھے:

اور جس کسی نے دوسرے شخص کو نئے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو مسنون یہ ہے کہ اسے کہا جائے **أَلْبَسَ جَدِيدًا وَعَشَّ حَمِيدًا وَمَتَّ شَهِيدًا** (تو نئے کپڑے پہن اور اچھی زندگی گزار اور شہادت کی موت نصیب ہو) کیونکہ حضور اقدسؐ نے حضرت عمرؓ کو سفید جدید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو یہی دعا دی۔ **وَلَمَّا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كَانُوا إِذَا لَبَسَ أَحَدُهُمْ ثَوْبًا جَدِيدًا قِيلَ لَهُ تَبْلَى وَيُخَلِّفُ اللَّهُ تَعَالَى** (مواہب ص ۷۱) (اور بوجہ روایت ابو داؤد کے کہ بے شک صحابہؓ میں سے اگر کوئی ایک نیا کپڑا پہنتا تو اس کو کہا جاتا۔ اس کو تو پرانا کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا دے)

(۶۰/۸) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُونُسَ الْكُوفِيُّ اَنْبَاَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكِ الْمُزْنِيِّ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنِ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَنْبَاَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الشِّيَابِ اِلَى رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْحَبْرَةَ .

ترجمہ! ہمیں بیان کیا محمد بن بشار نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی معاذ بن ہشام نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت میرے باپ نے قتادہ کے حوالے سے بیان کی اور انہوں نے حضرت انس بن مالک سے نقل کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ تھی۔

راویان حدیث (۲۰۵) ہشام بن یونس اور (۲۰۶) القاسم بن مالک المزنی کے حالات ” تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## الحبرة کا معنی اور تشریح:

كان أحب الشياب ... حضور اقدس کو پہنے جانے والے کپڑوں میں دھاریدار چادر زیادہ پسند تھی الحبرة بمعنی منقش دھاریدار چادر، تحبیر کا معنی ہے مختلف الوان سے لکھنا جس سے کپڑا منقش ہو جاتا ہے۔

الحبرة كعنبه وهي نوع برود اليمن تتخذ من قطن أو كتان، مخططة بخطوط حمراء أو زرق أو خضر (اتحافات ص ۱۰۰) (حبرة بروزن عنبة ہے یہ یمنی چادروں کی ایک قسم ہے جو کپاس یا کتان (ٹھسر) وغیرہ جو سرخ اور نیلے اور سبز دھاریوں سے دھاریدار ہو بنایا جاتا ہے) والتحبیر هو التحسین (ای تزیین لا بسھا) ومنه قوله تعالى فهم فی روضة یحبرون (اتحافات ص ۱۰۰) تحبیر بمعنی تحسین کے ہے یعنی دھاریدار کپڑے کا پہننے والا خوبصورت ہو جاتا ہے اور اسی مادہ سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے (ترجمہ) کہ وہ لوگ (بہشت) کے باغ میں خوش و خرم (خوبصورت)

ہوں گے) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مطلقاً سرخ کپڑا پہننا مردوں کے لئے بہتر نہیں (بعض علماء نے ناجائز لکھا ہے) البتہ مخطط دھاری دار کی اجازت ہے۔

## قمیص اور الحبرة کی اُحبیت میں تعارض اور جواب:

یہاں یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ اس حدیث اور اس سے سابق حدیث احب الثیاب القمیص میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حضرات محدثین فرماتے ہیں۔

(۱) حدیث قمیص میں وضع کے اعتبار سے اُحبیت ہے اور الحبرة میں جنس کی اُحبیت

ہے۔ (۲) حدیث قمیص میں اُحبیت اضافیہ ہے جبکہ فی نفسه ، الحبرة احب ہے۔

(۳) القمیص سلے کپڑوں میں احب ہے جبکہ الحبرة فی الرداء میں پسند ہے (جمع

ص ۱۴۰) (۴) قمیص تب پسند تھی جب آپؐ گھر تشریف فرما ہوتے اور الحبرة تب پسند

تھی۔ اذا كان مع اصحابه (تحافات ص ۱۰۱) (جب آپؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ

ہوتے) و حدیث الحبرة أصح لاتفاق الشيخین علیہ فلا يعارضه الحدیث السابق

(مواہب ص ۷۱) (اور حدیث حبرة زیادہ صحیح ہے کیونکہ وہ متفق علیہ شیخین کی ہے تو

اس کے ساتھ سابقہ حدیث معارض و مقابل نہ ہوئی)

## الحبرة کیوں پسند تھی:

(۱) شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو الحبرة اسلئے بھی

پسند تھا کہ اس میں نرمی تھی جسم مقدس کو اس سے مناسبت تھی۔ فانہ کان علی غایة من

النعمۃ والین (مواہب ص ۷۱) (کیونکہ وہ انتہائی نرم و نازک تھی)

(۲) الحبرة یعنی چادروں میں ہے جس میں سرخ دھاریاں ہوا کرتی تھیں۔ وربما

كانت بزرق ہی اشرف الثیاب عندهم تصنع من القطن ولذا كان احب (جمع

ص ۱۴۰) (اور کبھی نیلی دھاریوں والی ہوتی تھیں یہ یمن والے لوگوں کے نزدیک انتہائی

قیمتی ہوتے تھے اور یہ (چونکہ) کپاس سے بنائی جاتی تھیں اس لئے آپؐ کو زیادہ پسند

تھیں)

(۳) بعض حضرات کہتے ہیں یہ چادر سبز رنگ کی ہوتی تھی۔ وقیل لکونہا خضراء وہی من ثياب اهل الجنة (اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حبرہ سبز رنگ کی ہوتی تھی اور یہ جنت والوں کا لباس ہے)

(۴) جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو سُجَّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بِرِدِّ حَبْرَةٍ یعنی آپ پر ایک یمنی چادر ڈال دی گئی تھی ایک اور مقام پر ارشاد ہے الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اطْعَمَنَا الْخَمِيرَ وَ اَلْبَسَنَا الْحَبِيرَ شَكَرَ اللهُ تَعَالَى جَسَ نَہم کو خمیر کھلا یا اور الحبیر پہنایا۔

(۵) اس لئے کہ اس میں زینت زیادہ نہیں اور میل کچیل بھی اس میں ظاہر نہیں ہوتا قیل انما كانت هي احب الثياب اليه صلى الله عليه وسلم لانه ليس فيه كثير زينة ولانها اكثر احتمالا للوسخ (جمع ص ۱۲۰) بعض نسخوں میں یلبسہ کی جگہ یلبسہا بھی آیا ہے جیسے کان احب الثياب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يلبسها الحبرة. (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۳) حضور ﷺ کو اپنے پہنے جانے والے کپڑوں میں سے حبرہ (سرخ دھاری دار) آپ کو زیادہ پسندیدہ تھا)

(۶۱/۹) حَلَّتْنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ ابْنَانَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ابْنَانَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَرِيقِ سَاقِيهِ قَالَ سُفْيَانُ أَرَاهَا حَبْرَةً.

ترجمہ! ہمیں محمود بن غیلان نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر عبدالرزاق نے اور ان کو سفیان نے خبر دی۔ انہوں نے یہ روایت عون بن ابی جحیفہ سے ان کے باپ کے حوالے سے نقل کی۔ تو صحابی رسول ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا حضور اقدس ﷺ کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب بھی میرے سامنے ہے سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں جہاں تک سمجھتا ہوں وہ سرخ جوڑا منقش جوڑا تھا۔

راوی حدیث (۲۰۷) عون بن ابی جحیفہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں  
ملاحظہ فرمائیں

## حلة حمراء کا معنی و حکم:

قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وعليه حلة حمراء .... میں نے حضور  
اقدس ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ سرخ جوڑا زیب تن کیئے ہوئے تھے۔ یہ  
روایت حجۃ الوداع کے موقع پر بطحاء مکہ میں ہوئی تھی جیسا کہ بخاری کی روایت میں  
اس کی تصریح ہے وعلیہ حلة حمراء جملہ حالیہ ہے حضرت سفیان حلة کی مراد متعین  
کرتے ہوئے کہتے ہیں قال سفیان اراها حبرةً میرا خیال ہے کہ وہ منقش جوڑا تھا  
سفیان یہ تعبیر اسلئے کرتے ہیں کہ خالص سرخ کپڑے کی ممانعت آئی ہے۔

حلة : (۱) ازار اور چادر کو کہتے ہیں ای ازار ورداء كذا في المذهب

(۲) یہ حلة دو کپڑوں ہی کا نام ہے كذا في الصحاح

(۳) والمراد بالحلة الحمراء بردان يمانيان منسوجان بخطوط حمراء مع سود  
كسائر البرود اليمانية وهي معروفة بهذا الاسم باعتبار ما فيها من الخطوط الحمراء والا  
فالأحمر البحت منهي عنه ومكروه لبسه (جمع ص ۱۴۱) (اور سرخ جوڑے سے  
مراد دو یمنی چادریں جو سرخ و سیاہ دھاریوں سے بنی ہوئی تھیں جیسے کہ باقی یمنی چادریں  
اور وہ حله حمراء کے ساتھ اسلئے مشہور ہے کہ اس میں سرخ لکیریں اور دھاریاں ہوتی تھیں۔  
ورنہ خالص سرخ جوڑے کے پہننے سے منع وارد ہوئی ہے اور اس کا پہننا مکروہ ہے) ابوداؤد  
میں حدیث ہے کہ ایک شخص کا حضور اقدس ﷺ پر گذر ہوا وعلیہ حلتان حمراوان  
(اور اس پر دو کپڑے سرخ رنگ کے تھے) اس نے آپ پر سلام ڈالا مگر آپ نے جواب  
نہ دیا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سرخ کپڑے اسلئے ناپسندیدہ ہیں۔ لانه زينة الشيطان  
وموجب للخيلاء والطغيان (جمع ص ۱۴۱) (کہ وہ شیطانی زینت ہے اور انسان میں  
غرور و تکبر پیدا ہوجانے کا ذریعہ ہیں) اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وعلیہ حلة حمراء

اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے جیسا کہ بعض حضرات کی رائے بھی یہی ہے۔  
تو پھر اسی صورت میں ملا علی قاریؒ نے اس کی دو توجیہات کی ہیں۔

- (۱) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپؐ نے الاحمر البحت (خالص سرخ) پہنا ہے تو یہ قبل النهی (یعنی حضور ﷺ کے منع کرنے سے پہلے کا واقعہ) تھا۔
- (۲) یا بیان جواز کے لئے تھا۔

سرخ لباس کے مردوں کے لئے جواز و عدم جواز پر کتابوں میں کافی بحث کی گئی ہے فقہاء کرامؒ نے مکروہ لکھا ہے اگر دھاریدار ہو یا اس کا سوت رنگا ہوا ہو تو جائز ہے ابن جریر طبری نے مطلقاً جائز لکھا ہے مگر ثقاہت اور مروّت کے خلاف ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں خود حنفیہ کے اس میں مختلف اقوال ہیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ سرخ رنگ مرد کے لئے فتویٰ کے لحاظ سے جائز ہے اور تقویٰ کے لحاظ سے ترک کرنا اولیٰ ہے کہ یہ علماء میں مختلف فیہ ہے (خصائل)

### تہبند پا جامہ کا مسنون معیار:

کانی انظر الی بریق ساقیہ گویا میں اس وقت حضور اقدس ﷺ کی دونوں مبارک پنڈلیوں کی نورانیت دیکھ رہا ہوں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کا تہبند مبارک نصف پنڈلی تک تھا۔ تہبند ہو یا پا جامہ نصف ساق تک سنت اور ٹخنوں تک ہونا مستحب ہے اگر ٹخنوں سے نیچے ہو جائے اگر از روئے تکبر ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

علامہ مناویؒ لکھتے ہیں کہ فیسن للرجل الی نصف ساقیہ ویجوز الی کعبیہ وما زاد حرم ان قصد الخیلاء والا کرہ (مناوی ص ۱۲۲) حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد کی پنڈلی پر نظر پڑ جائے تو جائز ہے اور اسی پر اجماع ہے مگر یہ تب ہے جب فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

شیخ عبدالرؤف لکھتے ہیں وندب تقصیر الشیاب الی انصاف ساقین (اور مستحب ہے کپڑوں کا نصف پنڈلیوں تک کوتاہ رکھنا) جیسا کہ مختلف روایت میں وارد ہے (۱) ارفع ازارک فانہ اتقی وانقی (اپنے تہبند کو اوپر باندھو کہ یہ زیادہ تقویٰ اور صفائی کا ذریعہ ہے)

(۲) طبرانی میں ہے کل شئی مس الارض من الشباب فی النار (ہر وہ کپڑا جو زمین پر (بوجہ لمبا ہونے) لگے وہ آگ میں ہے یعنی پہنے ہوئے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے رکھنا اچھا نہیں) (۳) بخاری میں ہے ما اسبل من الکعبین من الازار فی النار (ای محلہ فیہا فتجوز بہ عنہ للمجاورة (مناوی ص ۱۲۲) (تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہو وہ آگ میں ہے) (یعنی اس کی سزا آگ ہے)

## صحابہ کرامؓ کے ذوقِ محبت کا اظہار:

حضراتِ صحابہ کرامؓ کو حضور اقدس ﷺ کی ذات والا صفات سے کتنا عشق و محبت والہیت اور پیار تھا کہ جب بھی آپؐ کی ذاتِ اقدس کا تذکرہ کرتے تو اپنی محبت و جنون اور وارفتگی چھپائے بھی نہ چھپتی اور چھلک پڑتی۔

حضرت ابو جحیفہؓ کا یہ جملہ ”گویا میں اب بھی آپؐ کی پنڈلی مبارک دیکھ رہا ہوں“ اسی ذوق و محبت کمال عشق اور مخلصانہ جذب و کیف کا ایک ادنیٰ سا نمونہ ہے گویا آپؐ کے مبارک تصور سے اب بھی ان کا دل و دماغ اور ظاہر و باطن منور اور معطر ہو رہے ہیں۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار

جب ذرا گردن جھکالی دیکھ لی

شیخ عبدالجواد الدومیؒ نے یہاں کچھ مزید روایات بھی نقل کی ہیں نذرِ قارئین ہے۔

وفیہ أيضاً: ورأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ، ورأیت الناس یتلرون بلل وضوئہ ، ای مافضل من ماء وضوئہ ، فمن أصاب منه شیئاً مسح به وجہہ ، ومن لم یصب منه شیئاً أخذ من بلل صاحبه . وزاد من طریق شعبة عن عون عن أبیه : وقام الناس فجعلوا يأخذون یدیه یمسحون بهما وجوههم . قال : فأخذت یدہ فوضعتها علی وجہی ، فاذا ہی أبرد من الثلج ، وأطیب رائحة من المسک ”وعلیہ حلة حمراء“ . (اتحافات ص ۱۰۱، ۱۰۲) (اور اسی طرح اس میں ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو وضو کرتے دیکھا اور میں نے (اس دوران) اور لوگوں کو دیکھا کہ حضور ﷺ کے وضوء کے بقیہ پانی کی طرف جلد بازی کرتے تھے جس شخص کو اس میں سے کچھ مل جاتا تو اس کے ساتھ اپنے

چہرے پر مسح کر لیتا (یعنی اس تری کو چہرہ پر ملتا) اور اگر اس سے نہ ملتا تو اپنے ساتھی سے کچھ پانی کی تری لے کر اپنے چہرہ پر لگاتا۔ اور شعبہ عن ابیہ کی سند میں ہے کہ لوگ شروع ہوئے کہ آپ کے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہروں پر ملتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے بھی حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرہ پر رکھا تو اچانک وہ برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا اور آپ پر ایک سرخ جوڑا تھا)

(۶۲/۱۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي اسْحَقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَحْسَنَ فِي حُلَّةِ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ جُمَّتُهُ لَتَضْرِبُ قَرِيْبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ ..

ترجمہ! ہمارے سامنے علی بن خشرم نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی انہوں نے یہ روایت اسرائیل سے ابی اسحق کے حوالے سے اخذ کی اور وہ صحابی رسول حضرت براء بن عازب سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سرخ جوڑے والے کو حضور اقدس ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اس وقت حضور اقدس ﷺ کے پٹھے حضور کے مونڈھوں کے قریب تک آرہے تھے۔

راوی حدیث (۲۰۸) علی بن خشرم کے حالات ”مذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ حدیث باب اول میں تیسرے نمبر پر گزر چکی ہے۔ متعلقہ بحث وہاں ملاحظہ فرمائیں یہاں تو حلة حمراء کی مناسبت سے دوبارہ لائی گئی ہے۔

(۶۳/۱۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ أَنبَأَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَيَادٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي رِمَّةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ ..

ترجمہ! ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا عبدالرحمن



بن مہدی نے۔ ان کو یہ روایت عبید اللہ بن ایاد سے ملی۔ انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے صحابی ابو رمثہؓ سے نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔

راوی حدیث (۲۰۹) عبید اللہ بن ایاد کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث کی تشریح ۶۰/۸ میں تفصیل سے کی جا چکی ہے۔

(۶۴/۱۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ بَنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ جَلَّتِيهِ دُحَيْبَةَ وَعُلَيْبَةَ عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَسْمَالُ مُلَيْتَيْنِ كَانَتَا بَزْعُفْرَانَ وَقَدْ نَفَضَتْهُ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ ..

ترجمہ! ہمیں عبد بن حمید نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عفان بن مسلم نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کے متعلق عبد اللہ بن حسان عنبری نے اپنی دادی دُحیبہ وعلیبہ کے حوالے سے بتلایا۔ انہوں نے یہ روایت قیلہ بنت مخرمہ سے حاصل کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حضور والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا اور اس حدیث میں ایک طویل قصہ بھی ہے۔

راویان حدیث (۲۱۰) عفان بن مسلم (۲۱۱) عبد اللہ بن حسان العنبری (۲۱۲) دحیبہ (۲۱۳) علیبہ اور (۲۱۴) قیلہ بنت مخرمہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح:

قالت رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وعليه أسمال مليتين الخ حضرت قیلہ

کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ نے دو پرانی چادریں پہن رکھی تھیں اسمال سمل کی جمع ہے کہا جاتا ہے سمل الثوب یا ثوب ثمیل پرانا کپڑا بوسیدہ کپڑا یہاں اسمال صیغہ جمع کا ہے مراد مافوق الواحد ہے۔ بمعنی بوسیدہ کپڑے کے، وهو الثوب الخلق (جمع ص ۱۲۵) الملیّة، الملاءة کی تصغیر ہے بمعنی چادر کے جو یک بری ہو اور سلی ہوئی نہ ہو (غیر مخیط) بلکہ اس کی نسج (بنائی) ایسی ہو کہ سلائے بغیر استعمال ہو سکے۔ وفي النهاية هی الازار وفي الصحاح الملحفة (مناوی ص ۱۲۵) (اور نہایہ میں ہے کہ ملیّة کا معنی تہبند ہے اور صحاح میں ہے کہ یہ بمعنی ملحفة بڑی چادر کے ہے)

الملیّة بھی واحد کا صیغہ ہے مُلّیتین اس کا تثنیہ ہے بمعنی دو چادریں۔ یہ اضافت بیانیہ ہے یعنی آپ پر دو پرانی چادریں تھیں۔

كانتا بزعفران وقد نفضته یعنی دونوں چادریں زعفران سے رنگی ہوئی تھیں، مگر بوسیدگی کی وجہ سے زعفرانی رنگ زائل ہو چکا تھا۔

كانتا بزعفران ای مصبوغین به واما قول الحنفی ای مخلوطین ففیہ تسامح (جمع ص ۱۲۵) (یہ دونوں زعفران میں رنگی ہوئی تھیں اور حنفی کا یہ قول کہ ان میں زعفران کی ملاوٹ تھی تو اس میں اس سے تسامح ہوئی) وقد نفضته ای الأسمال او كل واحدة من الملیتین لون الزعفران ولم یبق اثر منه (جمع ص ۱۲۵) (اور بوسیدگی نے زعفرانی رنگ جھاڑ دیا تھا یا ہر ایک دونوں چادروں میں سے زعفرانی رنگ زائل ہو گیا اور کوئی اثر باقی نہ رہا) نفض کا اصل معنی غبار جھاڑنے کے لئے کسی چیز کو حرکت دینا ہے یہاں لون زعفران کے زوال سے کنایہ ہے لكونه من لوازمه (مناوی ص ۱۲۵) (کہ زائل ہونا جھڑنے کے لوازمات میں سے ہے)

ایک تعارض سے جواب:

ایک حدیث میں ہے کہ نہی عن التزعفر للرجال (یعنی حضور اقدس ﷺ نے

مردوں کے لئے زعفرانی رنگ منع فرمایا یعنی مرد اپنے اعضاء و اندام اور کپڑوں کو زعفرانی رنگ سے رنگنے سے پرہیز کریں) امام بغوی فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ مردوں کے لئے زعفرانی رنگ کثرت سے استعمال کرنے سے نہیں آئی ہے کیونکہ تھوڑے زعفران کے استعمال کی رخصت حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی حدیث سے نکلتی ہے (لغات الحدیث - ص ۱۹) بظاہر اشکال یہ ہے کہ جب آپؐ نے زعفرانی رنگ استعمال کرنے سے منع فرمایا تو خود اس رنگ کی چادریں کیوں اوڑھی ہیں بظاہر تعارض ہے۔

محدثین کرام حضرت فرماتے ہیں (۱) کہ وقد نفضتہ سے اس کا جواب ہو جاتا ہے کہ ان چادروں کو کسی وقت زعفرانی رنگ ضرور دیا گیا تھا مگر وہ اس کے استعمال سے آہستہ آہستہ زائل ہو گیا تھا اور جب استعمال میں لائیں گئیں تو زعفرانی رنگ کا اثر باقی نہیں رہا تھا۔ (۲) اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپؐ نے یہ زعفرانی چادریں نہیں سے قبل پہنی ہوں جس پر حدیث میں مذکور طویل قصہ بھی دلالت کرتا ہے انہا کانت فی اول الاسلام (جمع ص ۱۳۶) (کہ آپؐ کا اس قسم کی چادروں کا پہننا اسلام کے ابتدائی دور میں تھا)

### لباس فقر اور لباس فاخرہ میں مدار نیت پر ہے:

زیر بحث حدیث میں تو بذاتہ الہیئت اور رثاۃ اللباس کی طرف اشارہ ہے اور بعض روایات میں لباس فاخرہ بھی منقول ہے جیسا کہ خود حضور اقدس ﷺ نے ستائیس (۲۷) اونٹیوں کے بدلے میں ایک جوڑا کپڑوں کا خریدا تھا اور پہنا بھی تھا جو اگرچہ ایک ضرورت کے پیش نظر وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام معمول کا لباس آپؐ کا معمولی درویشانہ اور بقدر کفاف ہوا کرتا تھا) جس سے زینت و جمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے یہ تو عمل مبارک ہے اس طرح قول مبارک میں بھی دونوں قسم منقول ہیں

البذاذۃ من الایمان الرثاۃ من الایمان . ان اللہ یحب الجمال . ان اللہ نظیف یحب النظافۃ (آپؐ نے سادگی اور زینت کے عدم اہتمام کو ایمان کی علامت کہا ہے اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوبصورتی اور جمال کو پسند فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک

وصاف ہیں اور صفائی کو پسند کرتے ہیں۔ اصحاب السنن نے روایت نقل کی ہے۔ کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا۔ وعلیہ اطمار و فی روایۃ النسائی ثوب دون (جمع ص ۱۴۶) (اور اس کے بدن پر بوسیدہ کپڑے تھے اور نسائی کی روایت میں ہے کہ معمولی کپڑے تھے) آپ نے ان سے فرمایا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ کہا جی ہاں فرمایا کس قسم کا مال ہے؟ عرض کیا اللہ کی ہر نعمت ہے جو اس نے عطا کی ہے اونٹ ہیں بکریاں ہیں وغیرہ آپ نے ارشاد فرمایا فکثر نعمته و کرامته علیک ای فاطھر اثر نعمته بالحمد والشکر بلسان القال والحال لیکون سبباً للمزید فی الاستقبال والمآل قال تعالیٰ (واما بنعمة ربک فحدث (جمع ص ۱۴۶) تو پھر تو آپ اللہ تعالیٰ کے اس احسان و نعمت کا اظہار حمد و شکر کے ساتھ اپنے قول و عمل میں کرتا رہتا کہ مستقبل میں یہ (اللہ تعالیٰ) کے مزید انعامات اور احسانات کا سبب بنے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور اپنے رب کریم کی نعمتوں کو بیان کرتے رہئے) اور سنن میں یہ روایت بھی منقول ہے۔ ان اللہ یحب ان یری اثر نعمته علی عبده ای لا نبائه عن الجمال الباطن وهو الشکر علی النعمة (جمع ص ۱۴۶) (اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ اپنی نعمتوں کا اثر اپنے بندوں پر دیکھیں اس لئے کہ بندہ کا نعمتوں کے اظہار سے اس کے اندرونی جمال یعنی نعمتوں پر شکر یہ کرنے کی کیفیت کا پتہ چل جاتا ہے) علماء محققین اور حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ اس میں قول فیصل نیت ہے اچھا اور عمدہ کپڑا اگر تحدیث نعمت کے طور پر ہے تو افضل اور موجب ثواب ہے جبکہ کتمان فقر کے لئے لباس فاخرہ پہننا افضل ہے اور اگر یہی لباس استکبار و ریا اور سمعة و شہرت کا باعث ہو تو پھر ناجائز ہے اسی طرح بذاذة الهيئة اور رثاثة اللباس میں بھی نیت کا اعتبار ہے۔

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں نیت کے مدار ہونے پر لکھا ہے کہ و کذا لک لبس الدنی من الثیاب ینم فی موضع ویحمد فی موضع فینم اذا کان شهرة وخیلاء ویمدح اذا کان تواضعاً واستکانة کما ان لبس الرفیع من الثیاب ینم اذا کان تکبراً وفخراً وخیلاء ویمدح اذا کان تجملاً و اظہار النعمة اللہ فی صحیح مسلم عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال حبة خردل من

کبر ولا یدخل النار من کان فی قلبه مثقال حبة خردل من ایمان قال رجل یا رسول اللہ انی احب ان یکون ثوبی حسنا ونعلی حسنا افمن الکبر ذاک فقال لا ان اللہ جمیل یحب الجمال الکبر بطن الحق وغمط الناس (زاد المعاد ج ۱ ص ۵۲) (اسی طرح بوسیدہ اور غیر قیمتی کپڑے پہننا کبھی قابل مذمت و برائی اور کسی وقت قابل مدح و تعریف ہوتے ہیں۔ یعنی جب تکبر اور شہرت کے لئے پہنے جائیں تو پھر قابل مذمت اور برائی ہیں اور جب وہ تواضع اور ستر پوشی کی غرض سے ہوں تو قابل مدح و تعریف ہیں اور یہی حال اچھے اور قیمتی کپڑوں کا ہے کہ اگر بڑائی فخر اور تکبر کی نیت سے ہوں تو برائی اور قابل مذمت ہیں اور اگر تجمل خوبصورتی اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کے لئے ہوں تو پھر قابل مدح و تعریف ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز جنت میں وہ شخص نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے جتنا تکبر اور بڑائی ہو اور دوزخ میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ میرا تو دل چاہتا ہے کہ میرے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں کیا یہ بھی تکبر میں سے ہے آپؐ نے فرمایا نہیں! بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں تکبر تو حق بات کو نہ ماننا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے)

### حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کا ارشاد:

حضرت ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں نفس کے دھوکہ سے احتراز دونوں جانبوں میں ضروری ہے شکستہ حالت میں شہرت اور تواضع کے اظہار میں ریا و سمعہ اور عمدہ لباس میں تکبر و نخوت خطرناک امور ہیں ان ہی کے متعلق ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے نہایت ہی عمدہ لباس زیب تن کیا ہوا تھا کسی گدڑی پوش اور شکستہ حال نے ان پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

یا هذا هیئتہ ہذہ تقول الحمد لله وھیئتک ہذہ تقول اعطونی من دنیا کم شیئا لله (جمع ص ۱۲۶) (اے شخص میری یہ شکل و ہیئت (یعنی اچھا لباس پہننا) (زبان حال) سے الحمد لله کہتی ہے یعنی اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو رہا ہے اور آپ کی یہ شکل

وہیت (گڈی پوشی) زبان حال سے کہتی ہے کہ کچھ مال اللہ کے لئے مجھے دیدتے (جس سے حرص و لالچ مترشح ہو رہا ہے)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں لا بد للسالك فيهما من تصحيح النية و اخلاص الطوية فلا يلبس افتخاراً ولا يترك بخلاً و احتقاراً (جمع ص ۱۳۶) (اس لئے سالک کے لئے تصحیح نیت اور اپنے اندرونی معاملہ میں اخلاص انتہائی ضروری ہے پس (اس کو چاہئے) کہ اچھا اور عمدہ لباس بطور فخر و ریا کے نہ پہنے اور نہ ہی بخل اور حقارت سے اس کا تارک بنے)

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں - والفصل العدل ان جمال الهيئة اما محمود وهو ما اعان على طاعة ومنه تجمل المصطفى للوفود و اما منموم وهو ما للدنيا او للخلاء (مناوی ص ۱۳۷) (حد فاصل اور اعتدالی کیفیت یہ ہے کہ خوبصورتی یا محمود (قابل مدح) ہوگی۔ یعنی جو طاعتِ خداوندی پر معین مددگار اور آمادہ کرنے والی ہو حضور ﷺ کے باہر کے وفود کے لئے تجمل اسی غرض سے ہوتا تھا۔ اور یا خوبصورتی قابل مذمت ہوگی۔ اور وہ یہ ہے کہ دنیاوی اغراض تکبر اور بڑائی کے لئے ہو)

وفي الحديث قصة طويلة اور اس حدیث میں ایک لمبا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے ملا علی قاریؒ بھی فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تقریباً دو ورق کا ہے مگر اس کو آپؐ کے لباس سے کوئی مناسبت نہ تھی اسلئے ترک کر دیا گیا۔ وقال ابن حجر وترکھا لعدم مناسبتھا لما هو فیہ (جمع ص ۱۳۷) (ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو مصنفؒ نے اس لئے چھوڑ دیا کہ اس باب کے ساتھ اس کی کوئی مناسبت نہیں تھی) وہ قصہ مختصر یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں اپنے پاؤں پر گوٹھ مار کر یعنی دونوں رانوں کو پنڈلیوں کے ساتھ ملا کر) تشریف فرماتے تھے دست مبارک میں کھجور کی چھڑی تھی آپؐ بڑے متفکر نظر آ رہے تھے ایک خاتون یا مرد حاضر خدمت ہوا آپؐ پر سلام کیا آپؐ نے جواب دیا آپؐ دوزعفران زائل شدہ پرانی چادریں اوڑھے ہوئے تھے

راوی کہتے ہیں جب آپؐ پر میری نظر پڑی تو آپؐ کے رعب و جلال سے مجھ پر ہیبت اور خوف طاری ہو گیا ارعدت من الفرق (میں خوف کے مارے لرز گیا) آپؐ نے میری

طرف دیکھا فقال وعلیک السکینة فلهب عنی ماجد من الروع (جمع ص ۱۴۷) پس آپ نے ارشاد فرمایا تجھ پر سکینہ و آرام ہو آپ کی اس قدر توجہ و عنایت اور ارشاد مبارک سے میرا خوف و ہیبت سکینہ اور اطمینان سے بدل گیا۔

(۶۵/۱۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الشِّيَابِ لِيَلْبَسَهَا أَحْيَاءُكُمْ وَ كَفَنُوهَا مَوْتَاكُمْ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ..

ترجمہ! ہمیں قتیبہ بن سعید نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت بشر بن مفضل نے بیان کی انہوں نے عبد اللہ بن عثمان بن خثیم سے اخذ کی انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عباس سے نقل کی وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس میں سے ہے سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہئے اور سفید ہی کپڑوں میں مردوں کو دفن کرنا چاہئے۔

### سفید کپڑے کے استعمال کی ترغیب:

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بالبياض من الثياب لوگو! تم پر لازم ہے کہ سفید کپڑے پہنا کرو علیکم اسم فعل ہے بمعنی الزموا کے ہے ای الزموا البس الابيض (مواہب ص ۷۴) (یعنی تم اپنے اوپر سفید لباس پہننے کو لازم کر لو) و حمل البياض على المبالغة او على حذف المضاف ومن الثياب بيان له . البياض ای الثياب البيض بولغ فيها فكانها نفس البياض او البسوا اذا البياض على حذف المضاف (خصائل عربی حاشیہ) اور حدیث میں علیکم بالبیاض میں یا تو بیاض مبالغہ پر محمول ہے اور یا یہاں مضاف محذوف ہے اور لفظ میں من الثياب یہ اس کا عطف بیان ہے یعنی الثياب البيض (سفید کپڑے) اس میں مبالغہ کیا گیا گویا کہ کپڑے بعینہ سفیدی ہونے

اور یا البسوا ذا البياض یعنی تم سفیدی والے پہنو تو یہاں حذف مضاف ہوا۔

لِيَلْبَسَهَا أَحْيَاءُ كَمِ الْخِ يَعْنِي تَمَهَارَے زنده لوگ سفید کپڑے پہنیں اور مردوں کو بھی سفید کپڑوں میں کفن دیا کرو اس حدیث میں آپ کے سفید کپڑوں کے پہننے کا ذکر نہیں مگر امت کو حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ترغیب دی جا رہی ہے تو خود بھی پہننا پسند تھا اور پہننا بھی ہے چنانچہ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ذر سے روایت ہے۔ قَالَ اتَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أبيضُ۔ (میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس پر سفید کپڑے تھے) چنانچہ علماء کرام اور صلحاء امت کا معمول بھی ہے اور ترغیب بھی کہ سفید کپڑے پہن کر جمعہ کے روز مسجد میں آنا یا قرأت قرآن اور علمی و دینی اور روحانی مجالس میں شریک ہونا ایک عمدہ اور بہتر عمل ہے عید کے روز بھی عمدہ اور اعلیٰ بلکہ نیا کپڑا پہننا (اگر چہ وہ سفید نہ ہو) انب ہے۔

شیخ عبدالجواد الدومی فرماتے ہیں۔ فی هذا الحديث يرغب نبينا محمد صلى الله عليه وسلم في البياض .. ويحببه لنا في الحياة وبعد الممات والتعليل كما جاء في الحديث الآتي لانها اطهر واطيب وقد ورد أن أحب الالوان إلى الله البياض (اتحافات ص ۱۱۱) (اس حدیث میں ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ سفید کپڑے پہننے کی ترغیب دے رہے ہیں اور انہی سفید کپڑوں کو ہمارے لئے زندگی اور موت کے بعد بھی پسند فرماتے ہیں اور اس کی علت اور وجہ آئندہ حدیث میں ہے۔ کہ یہ پاک و صاف اور اچھے رہتے ہیں اور یہ بھی احادیث میں ہے کہ رنگوں میں زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو سفید رنگ ہے)

(۶۶/۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَنبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَيْبٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُسُوءُ الْبَيَاضُ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ وَكَفَنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ ..

ترجمہ! ہمیں محمد بن بشار نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں عبدالرحمن بن مہدی نے خبر دی ان کو سفیان نے حبیب بن ابی ثابت کے حوالے سے نقل کیا۔ انہوں نے میمون بن ابی



شہیب سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے روایت بیان کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑا پہنا کرو اسلئے کہ وہ زیادہ پاک و صاف رہتے ہیں اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفنایا کرو۔

راویان حدیث (۲۱۵) حبیب بن ابی ثابت اور (۲۱۶) سمرۃ بن جندبؓ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## سفید کپڑا اطہر و اطیب ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم البسوا البياض الخ آپ نے ارشاد فرمایا لوگو! سفید کپڑا پہنو فانہا اطہر جب وہ اطہر و نظیف ہو کیونکہ اس پر جب میل کچیل لگ جائے فوراً نظر آتی ہے اور فوراً دھو کر صاف کر دی جاتی ہے گویا اطہر ہے ظاہر کے لحاظ سے و اطیب یعنی احسن و اتقی باعتبار باطن ہے لغلبة دلالتها على التواضع والتخشع ولانها تبقى على الحالة التي خلقت عليها فليس فيها تغيير خلق الله تعالى (مواہب ص ۷۴) (اکثر سفید لباس کی دلالت خشوع و خضوع پر ہوتی ہے اور یہ رنگ اپنی خلقی حالت پر قائم دائم رہتا ہے۔ اس میں اللہ کی خلقت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی) کفنوا فیہا موتا کم الخ علامہ عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں

جب زندہ لوگ مساجد جاتے وقت اور بڑوں کی ملاقات کے وقت سفید کپڑے پہنتے ہیں تو مُردوں کو ان کا پہننا زیادہ انسب ہے اسلئے کہ یہ تورب کریم اور ملائکہ مقررین کی ملاقات کے لئے جارہے ہیں دوسرا یہ کہ ان کی تیاری میں محنت کم اور تکلفات کا عدم ہوتے ہیں بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ سفید لباس میں کفننے کے حکمت یہ بھی ہے کہ جب بندہ اپنے رب سے ملاقات کرے تو گناہوں سے پاک ہو، سفید رنگ کی طرح صاف ستھرا ہو اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو جیسا کہ سفید لباس کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے۔

(ملخصاً از اتحافات ص ۱۱۲)

(۶۷/۱۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَنبَأَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ

مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مِّنْ شَعْرِ أَسْوَدٍ..

ہمیں احمد بن منیع نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس میرے باپ نے خبر دی انہوں نے مصعب بن شیبہ سے صفیہ بنت شیبہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت سماعت کی آپ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔

راویان حدیث (۲۱۷) یحییٰ بن زکریا (۲۱۸) ابی (۲۱۹) مصعب بن شیبہ اور (۲۲۰) صفیہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## سیاہ بالوں کی چادر :

قالت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم .... سیده عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ باہر تشریف لے گئے وعلیہ مرط من شعر اسود آپ سیاہ بالوں والی کملی اوڑھے ہوئے تھے۔

مرط (نصر) کے باب سے ہے بمعنی اکھیڑنے اور کھینچنے کے یہاں مراد کملی ہے مرط عموماً خز سے یا صوف سے یا کتان سے یا سیاہ بالوں سے بنائی جاتی ہے جو کشادہ اور طویل ہوتی ہے وھو کساء طویل واسع من خز او صوف او شعر او کتان یوتزر (جمع ص ۱۴۹) (یہ ایک لمبی کشادہ چادر ریشم یا اون یا بالوں اور کتان کی ہوتی ہے جو بطور تہبند استعمال ہوتی ہے) اسود، مرط ساری سیاہ نہ تھی یہ وصف بطور اغلب کے ہے۔ سیاہ رنگ کی اس نوعیت کی کملی سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کالی کملی والے مشہور ہوئے ابو داؤد میں اس کی مزید تصریح ہے کہ بالوں (اون) کی بنی ہوئی چادر میں آپ کو زیادہ پسینہ آیا آپ نے تکلیف محسوس کی تو اسے اتار دیا۔

(۶۸/۱۶) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيْسَى أَخْبَرَنَا وَكَيْعُ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي اسْحَقَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَسَ جُبَّةً رُومِيَّةً ضَيْقَةَ الْكُمَيْنِ ..

ترجمہ! ہمارے پاس یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا ان کے پاس وکیع نے اور ان کے پاس بیان کیا یونس بن ابی اسحق نے اپنے باپ کے حوالے سے انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے عروہ بن مغیرہ بن شعبہ سے اپنے باپ کے حوالے سے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس نے ایک رومی جبہ زیب تن فرما رکھا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

راویان حدیث (۲۲۱) لشعمی (۲۲۲) عروہ اور (۲۲۳) ابیہ کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## رومی جبہ :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبس جبۃ رومیۃ کہ حضور اقدس ﷺ نے روم کا بنایا ہوا جبہ پہنا تھا ضیقۃ الکمین جس کی آستینیں تنگ تھیں شارحین نے لکھا ہے یہ رومی جبہ پہننا سفر میں تھا اور یہ سفر غزوہ تبوک کا تھا۔ ای فی السفر قالوا وکان ذلک فی غزوہ تبوک (مناوی ص ۱۵۰)

## ایک تعارض سے جواب:

اس حدیث میں جبہ کے رومی ہونے کا ذکر ہے جبکہ بعض روایات میں شامی ہونے کا ذکر ہے۔ وفی اکثر الروایات کما قالہ الحافظ ابن حجر شامیۃ (مناوی ص ۱۵۰) اور اکثر روایات میں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ وہ جبہ شامی تھا) بظاہر دونوں روایات میں تعارض۔ ملا علی قاری جواب میں فرماتے ہیں۔

(۱) قال العسقلانی ولا منافاة بینہما لان الشام حینئذ داخل تحت حکم قیصر ملک الروم فکانہما واحد من حیث الملک (امام عسقلانی فرماتے ہیں ان دو باتوں میں کوئی تعارض و منافات نہیں اس لئے کہ شام بھی اس وقت قیصر روم کے ماتحت

تھا گویا وہ دونوں (روم و شام) ایک ہی مملکت تھی

(۲) یا کپڑا روم کا ہوگا اور وضع شام کی ہوگی یا اس کے بالعکس ہوگا۔ ویمکن ان یکون نسبة هیئتها المعتاد لبسها الی احداهما ونسبة خیاطتها الی الاخری (جمع ص ۱۵۱) (اور یہ بھی امکان ہے کہ اسکے پہننے معتاد کی نسبت ایک ملک کو اور اس کے سینے اور بنانے کی نسبت دوسرے کو ہو)

غیر مسلم کے بنائے ہوئے کپڑے کا حکم:

علماء کرام اور فقہاء عظام یہاں یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کپڑا فی الحقیقت پاک ہے اگرچہ اسے کافروں نے کیوں نہ بنایا ہو۔ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یمتّع من لبسها (مواہب ص ۷۵) (بے شکنی کریم ﷺ نے اس کے پہننے سے امتناع نہیں فرمایا)

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کے فوائد میں یہ بھی ہے کہ جب تک نجاست ثابت نہ ہو جائے کفار کے بنے ہوئے کپڑوں کو استعمال کیا جاسکتا ہے لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لبس الجبة الرومیة (جمع ص ۱۵۱) (بے شک آپ نے رومی جبہ پہنا ہے) ضیقة الکمین چونکہ آستین تنگ تھیں اسلئے بازوؤں کو وضو کے وقت آستین سے نکالنے میں دشواری پیش آتی تھی اور یہ کیفیت سفر میں تھی جیسا کہ بخاری کی روایت میں تصریح ہے . فلم یستطع ان یخرج ذراعیه منها حتی اخرجهما من اسفل الجبة (جمع ص ۱۵۱) (حضور ﷺ اپنے کہنیوں کو (بوجہ تنگی آستینیں) جبہ سے باسانی نہ نکال سکے بلکہ اس جبہ کے نچلی طرف سے نکال لئے) اس کے پیش نظر شیخ ابراہیم اللیجوری فرماتے ہیں کہ اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے کہ سفر میں تو تنگ آستین کا استعمال مستحب ہے مگر حضر میں نہیں ورنہ حضرات صحابہ کرام کی آستین تو کشادہ ہوا کرتی تھیں (ملخصاً از مواہب ص ۷۵)

## باب ماجاء فی عیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گذرانِ اوقات کے بیان میں

عیش گذران، گذرِ اوقات اور معاش کو کہتے ہیں قاموس میں ہے عیش عبارت ہے حیات اور طعام سے وفي التاج العیش الحیلة وما یكون به الحیاة (مناوی ص ۱۵۲) (یعنی تاج العروس میں ہے کہ عیش کا معنی زندگی اور ہر وہ چیز جس کے ذریعہ زندگی حاصل ہو)

عمدہ طریق سے رہنا، ایک خاص طرز پر زندگی گزارنا، مصدر عِشْ، مَعَاشًا اور مَعِيشًا آتا ہے اس باب کو امام ترمذی نے شامل میں دو جگہ ذکر کیا ہے ایک یہاں اور دوسرا او آخر کتاب میں۔ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ دو جگہ ذکر کرنے میں کوئی خاص مقصد نہیں ہے اسلئے بعض نا سخیں نے دونوں ابواب کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ تاہم چونکہ باب دو جگہ نقل ہوا ہے اسلئے اکثر شارحین نے اس کی توجیہات بیان کی ہیں۔

(۱) دو جگہ ایک ہی باب کا ذکر، سہونا سخ کی وجہ ہے جس نے کچھ یہاں اور کچھ وہاں لکھ دیا ہے۔

(۲) اس باب میں محض نفسِ عسرت کا بیان ہے اسلئے یہاں صرف دو حدیثیں بیان ہوئی ہیں جبکہ دوسری جگہ آپ کی اس حالت کا بیان ہے کہ آپ نے ایامِ عسرت اور تنگی کی حالت میں کیا کیا چیزیں نوش فرمائیں اور کیا کیا چیزیں استعمال فرمائیں اور اسلئے اس دوسرے باب میں نواحدیث مذکور ہیں۔

(۳) اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کے ساتھ عیش کا بیان ہے جبکہ دوسرے باب میں آپ کا اپنے اہل و عیال کے ساتھ عیش کا بیان ہے۔

(۴) دونوں ابواب کی احادیث کا موضوع ”عیش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“

(نبی کریمؐ کے گذران کا تذکرہ) ہے اسلئے دونوں کو یکجا بھی ذکر کیا جاسکتا ہے مگر امام ترمذیؒ دونوں ابواب کو علیحدہ علیحدہ لا کر اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیٰ زمانہ اور اخیر زمانہ دونوں وقتوں میں ذاتی اور معاشی حالت یکساں تھی آپؐ کی اول زندگی اور آخر زندگی سے متعلق احادیث کو دو ابواب میں تقسیم کر کے اس حقیقت کو واضح کر دیا والقصد بیان انہ کان فی حیاتہ علی فقر مستمر (مناوی ص ۱۵۲) (اور اصل مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ آپؐ پوری زندگی میں فقردائگی سے موصوف رہے)

(۵) بعض ملاحظہ نے یہ توجیہ کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی محنت، مشقت، مجاہدہ، ریاضت اور عسرت میں گزری، البتہ جب آپؐ مدینہ منورہ پہنچے اور اسلامی ریاست قائم ہوئی تو پھر آپؐ کی زندگی میں بھی تبدیلی آئی اور آپؐ نے حکمرانوں اور بادشاہوں جیسے زندگی گزار لی مگر یہ توجیہ عقل و نقل سے مردود ہے۔

البتہ یہاں اس بات پر شارحین متفق ہیں کہ اس باب کو باب اللباس اور باب الخف کے درمیان لانا ہرگز مناسب نہیں ہے فایراد هذا الباب بین باب اللباس و باب الخف لغير مناسب قال العسقلانی ولعله من صنیع النساخ (مناوی ص ۱۵۲) (پس اس باب کو باب اللباس اور باب الخف کے درمیان لانا مناسب ہے۔

علامہ عسقلانیؒ (اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ شاید یہ کاتب کا کارنامہ ہو) اس کے باوجود علامہ ملا علی قاری حنفیؒ نے ایک توجیہ کا ذکر کر کے اس باب کا یہاں تذکرہ کرنا بھی مناسب بنا دیا فرماتے ہیں ثم لما كان الحديث الاول من هذا الباب مشتملا على توسع بعض الاصحاب في آخر الامر حتى لبس مثل ابی هريرة ثوبين ممشقين من الكتان ناسب ان يكون ذكره بعد باب اللباس مقلما على باب الخف (جمع ص ۱۵۲) (پھر جبکہ اس باب کی پہلی حدیث بعض صحابہؓ کے آخری دور میں ان کا اتنا صاحب وسعت اور مالدار ہونے پر مشتمل ہے کہ ابوہریرہؓ جیسے (مسکین) صحابی بھی کتان کے دو کپڑے (لنگی چادر) گیروی رنگ میں رنگے ہوئے پہنے تھے تو اس لئے مناسب ہے کہ اس باب کا تذکرہ باب اللباس کے بعد اور باب الخف سے پہلے ہو)

نیز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نے بھی کتاب اللباس سے اس باب کی مناسبت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کر دیا۔

کہ گذشتہ باب جو لباس میں بعض ایسی چیزیں گذری ہیں جیسا کہ پرانی لنگی یا تنگ آستین کا جبہ وغیرہ جو عام معمول کے خلاف تھا یہ اس وقت کی عام تنگ حالی (معیشت) کی وجہ سے تھا کہ ابتداً عسرت زیادہ تھی (خصائل ص ۵۷)

(۶۹/۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فَيَتَمَخَّطُ فِي أَحَدِهِمَا فَقَالَ بَخٍ بَخٍ يَتَمَخَّطُ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي الْكَتَّانِ لَقَدْ رَأَيْتِي وَإِنِّي لَا خِرُّ فِيمَا بَيْنَ مَنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيءُ الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَيَّ عُنُقِي يَرَى أَنَّ بِي جُنُونًا وَمَا بِي جُنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا الْجُوعُ ..

ترجمہ! ہمیں قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حماد بن زید نے بیان کیا۔ ان کو یہ روایت ایوب نے اور انہوں نے محمد بن سیرین کے حوالے سے نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ ابوہریرہؓ کے پاس تھے ان پر ایک لنگی اور ایک چادر تھی وہ دونوں کتان کی تھیں اور گیروی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ ابوہریرہؓ نے ان میں سے ایک سے ناک صاف کیا پھر تعجب سے کہنے لگے کہ اللہ اللہ آج ابوہریرہ کتان کے کپڑوں سے ناک صاف کرتا ہے اور ایک وہ زمانہ تھا کہ جب میں منبر نبوی اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان شدت بھوک کی وجہ سے بے ہوش پڑا ہوا ہوتا تھا اور لوگ مجھ کو مجنون سمجھ کر میری گردن کو پاؤں سے دباتے تھے اور حقیقتہً مجھے جنون وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ بلکہ صرف شدت بھوک کی وجہ سے یہ حالت ہو جاتی تھی۔

راویان حدیث (۲۲۴) ایوب السخنیانی اور (۲۲۵) محمد بن سیرین کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

## وعلیہ ثوبان ممشقان :

قال كنا عند ابي هريرة وعلیه ثوبان ممشقان من كتان محمد بن سيرين کہتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ کی خدمت میں حاضر تھے اس وقت انہوں نے دو کپڑے پہن رکھے تھے وعلیہ ثوبان ای ازار ورداء او ثوبان آخران (جمع ص ۱۵۳) (اور ابوہریرہ کے بدن پر دو کپڑے یعنی لنگی اور چادر یا کوئی اور دو کپڑے تھے)

جو ممشق (گیروی) یعنی سرخی مائل رنگ سے رنگے ہوئے تھے مادہ مشق ہے معنی گل سرخ ہے باب تفعیل سے اسم مفعول ہے منقش بھی اس کے معنی آتے ہیں۔ ممشقان ای مصبوغان بالمشق وهو الطین الاحمر (جمع ص ۱۵۳) (ممشقان کا معنی ایسے دو کپڑے جو سرخ مٹی میں رنگے ہوئے ہوں) بعض حضرات نے کہا کہ اس سے تو اس حدیث کی مخالفت لازم آتی ہے۔ جس میں ثوب احمر کے پہننے سے نہی آئی ہے۔ ابن حجر جواب میں فرماتے ہیں یہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ والاظہر ان يقال ان النهی عن الحمرة معلل بانه من زينة الشيطان والمصبوغ بالطین الاحمر ليس له ذلك الشأن (جمع ص ۱۵۳) (اور زیادہ واضح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ سرخ رنگ کے استعمال کی ممانعت کی علت یہی ہے کہ وہ شیطانی زینت کے اسباب سے ہے اور جو کپڑا سرخ مٹی میں رنگا ہوا ہو اس کی یہ شان نہیں)

## بخ بخ کا معنی اور تلفظ:

فیتمخط فی اھلہما فقال بخ بخ .... حضرت ابوہریرہ ان کپڑوں میں سے ایک سے ناک صاف کر رہے تھے فیتمخط ای استشر و طهر انفہ (جمع ص ۱۵۳) پھر خود ہی کہتے واہ واہ کیا خوب۔ ابوہریرہ آج کتان سے بنے ہوئے کپڑے سے ناک صاف کر رہا تھا بخ بخ نہا یہ میں ہے

ہی کلمة تقال عند الفرح والرضاء بالشئ وتكرر للمبالغة وهي مبنية على السكون (جمع ص ۱۵۳) قال ابن دريد معناه تفخيم الامر وتعظيمه، المراد بها هنا التعجب



والاستغراب (جمع ص ۱۵۳) (نخنخ کے متعلق تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نہایہ میں ہے کہ یہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ خوشی اور کسی چیز پر رضا مندی اور مسرت کے وقت بولا جاتا ہے اور اس میں تکرار مبالغہ کے لئے ہے اور اس کا آخر سکون پر مبنی ہے۔ ابن دریدؒ فرماتے ہیں کہ اس لفظ سے کسی چیز کی بلندی شان و مرتبہ ہوتی ہے اور یہاں اس سے مراد تعجب و حیرانگی ہے) قولہ بنخ بنخ بسکون آخرہ فیہما و کسرہ غیر منون فیہما ایضا و بکسر

الاول منونا و سکون الثانی و بضمہما مع تشدید آخرہما

(مواہب ص ۷۶) (صاحب مواہب علامہ بیجوریؒ نخنخ کے تلفظ کے متعلق لکھتے ہیں کہ یا تو دونوں کے آخر کو ساکن پڑھو۔ یا صرف کسرہ کے ساتھ بغیر تنوین کے دونوں میں یا پہلے کو کسرہ تنوین کے ساتھ اور دوسرے کو ساکن یا پھر ان دونوں کے آخر میں تشدید اور دونوں کو ضمہ کے ساتھ پڑھو) قال القاضی عیاض و روی بالرفع و اذا کررت فالاختیار تحریک الاول و اسکان الثانی یعنی اماراجعاً الی الاصل او مراعاة للوقف (جمع ص ۱۵۳) (علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ان دونوں کے آخر میں رفع پڑھنا بھی مروی ہے البتہ جب تکرار کے ساتھ پڑھیں تو پھر پسندیدہ پہلے کی حرکت اور دوسرے کا اسکان ہے یا تو بوجہ اصل ہونے کے اور یا پھر وقف کا لحاظ کرتے ہوئے)

### ابوہریرہؓ حالت فقر و جوع میں:

لقد میں لام جواب قسم ہے۔ واللام فی جواب قسم مقدر ای واللہ لقد... (لفظ لقد میں لام قسم مقرر کا جواب ہے اصل عبارت واللہ لقد ہوگی)۔ لا خیر، خرور سے مشتق ہے یعنی ہیئتہ ساجد کی طرح، میں زمین پر گر پڑا تھا اس کا مصدر خراً بھی آتا ہے حضرت ابوہریرہؓ اپنی عسرت کے حالات کو یاد کر کے فرماتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں بھی دیکھا ہے کہ میں مسجد نبویؐ میں منبر رسولؐ اور حجرہ عائشہؓ کے درمیان غش کھا کر گر پڑتا تھا جب کہ ابن سعدؒ کی ایک روایت میں بین بیت عائشہ و ام سلمہ (کہ حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ کے کمرے کے درمیان) کے الفاظ منقول ہیں

مناویٰ جواب میں فرماتے ہیں ولا منافاة لامکان التعدد (مناوی ص ۱۵۴) (کہ ان دونوں کے درمیان کوئی منافات اور تعارض نہیں کیونکہ واقعہ کے متعدد ہونے کا امکان ہے) منبر اور حجرہ عائشہؓ کے درمیان گرنے سے ادھر بھی اشارہ ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ اشارة الی موضع الاحباب والاصحاب من غیر خفاء واحتجاب (جمع ص ۱۵۴) (یہ اشارہ ہے کہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی جگہ یعنی بالکل سامنے بغیر کسی آڑ اور پردے کے) کہ اس راستہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول کے آمد و رفت ہوا کرتی تھی۔

فینجینی الجائی... میرے قریب سے گزرنے والا کوئی شخص گذرتا اور مجھے بے ہوش پڑے دیکھتا تو اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتا کہ وہ سمجھتا کہ مجھے جنون ای نوعاً من الجنون وهو الصرع (جمع ص ۱۵۴) یعنی مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے حالانکہ مجھے کوئی جنون کا دورہ نہیں ہوتا تھا وہاں جو الا الجوع بلکہ یہ تو بھوک کی وجہ سے مدہوشی کے دورے پڑتے تھے۔ ای اثرہ واستیلاء علی (جمع ص ۱۵۴) (یعنی بھوک کا اثر اور میرے اوپر اس کا غلبہ) بہر حال بتانا یہ مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب پر کمال درجے کی رحمت و شفقت فرماتے تھے یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ کے وسائل ہوتے تو حضرت ابوہریرہؓ اس حال سے دوچار ہو جاتے۔

مگر حقیقت واقعہ یہ ہے کہ آپ کی زندگی مبارک بنفس نفیس اسی طرح عسرت کی تھی علامہ ابراہیم لہجوریؒ فرماتے ہیں۔ انما ذکر هذا الحدیث فی باب عیشہ لانہ دل علی ضیق عیشہ صلی اللہ علیہ وسلم بواسطۃ ان کمال کرمہ ورافتہ یوجب انہ لو کان عندہ شنی لما ترک اباہریرۃ جائعاً حتی وصل بہ الحال الی سقوطہ من شدۃ الجوع (مواہب ص ۷۷) (اس حدیث کو باب العیش میں اس لئے ذکر کیا کہ یہ حضور کی معاشی تنگی پر بایں معنی دلالت کر رہی ہے کہ آپ کے اخلاق کریمانہ کا یہ تقاضا تھا کہ اگر آپ کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہوتی تو پھر ہرگز ابوہریرہؓ کو ایسے بھوک کی حالت میں نہ چھوڑتے کہ اس پر سخت بھوک کی وجہ سے گرنے کی نوبت آجاتی)۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں وانما اتصل الضمیران وهما لواحد حملاً لرأی البصریة علی القلبیة فان کون الفاعل والمفعول ضمیرین متصلین من خصائص افعال القلوب ای علمتنی لا رائیت نفسی (جمع ص ۱۵۴) (لقد رأیتنی کے لفظ میں دو متصل ضمیریں لائی گئی حالانکہ ان کا مرجع ایک ہی ہے یعنی اس غرض سے کہ رویت بصری کو رویت قلبی پر محمول کیا جائے (یعنی یہاں رویت قلبی مراد ہے) کیونکہ فاعل اور مفعول کی دونوں ضمیریں متصل ہونا افعال قلوب کی خاصیت ہے۔ یعنی یہاں بمعنی علمتنی کے ہے نہ کہ بمعنی رائیت نفسی کے ہے) (جو رویت بصری ہے)

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجموعہ فقر و غنی تھے:

شیخ ابراہیم البجوری تحریر فرماتے ہیں۔

وقد جمع اللہ لحبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم بین مقامی الفقیر الصابر والغنی الشاکر فجعله غنیاً شاکراً بعد أن کان فقیراً صابراً فكان سید الفقراء الصابریں والأغنیاء الشاکرین لأنه أصبر الخلق فی مواطن الصبر واشکر الخلق فی مواطن الشکر وبذلك علم انه لا حجة فی هذا الحدیث لمن فضل الفقر علی الغنی (مواہب ص ۷۷)

(اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فقیر صابر اور غنی شاکر کے مرتب جمع کر دیے یعنی آپ ﷺ کو فقیر صابر ہونے کے بعد غنی شاکر بنایا تو آپ سید فقراء الصابریں اور سید الاغنیاء الشاکرین ٹھہرے کیونکہ آپ صبر کے مقامات میں سب مخلوق سے زیادہ صابر اور مقامات شکر میں سب مخلوق سے زیادہ شاکر تھے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے کوئی دلیل نہیں جو کہ مالداری پر فقیری کو ترجیح دیتے ہیں)

(۷۰/۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ مَا شَبِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَا لَحْمٍ إِلَّا عَلَى ضَفْفٍ قَالَ مَالِكُ سَأَلْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ مَا الضَّفْفُ قَالَ أَنْ يَتَّوَلَّ مَعَ النَّاسِ

ترجمہ! ہمیں قتیبہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں جعفر بن سلیمان ضبعی نے مالک بن دینار کے حوالے سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ حضور اقدس نے کبھی روٹی سے اور نہ گوشت سے شکم سیری فرمائی مگر حالتِ ضعف پر۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ایک بدوی سے ضعف کے معنی پوچھے تو اس نے لوگوں کے ساتھ کھانے کے معنی بتائے۔

راویان حدیث (۲۲۶) جعفر بن سلیمان الضبعی اور (۲۲۷) مالک بن دینار کے حالات ”تذکرہ راویان شمائل ترمذی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### بعض الفاظِ حدیث کی تشریح:

قال ماشع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خبز قط ولا لحم الاعلیٰ  
 ضعفِ خبز کی تنوین تنکیر کے لئے ہے فہو شامل لعیش الحنطة والشعیر (جمع ص ۱۵۵) (پس یہ شامل ہوئی گندم اور جو (دونوں کی روٹی) کو) قط کا معنی ہرگز، بالکل ای ابدأ (جمع ۱۵۵) ولا لحم میں واو بمعنی مع کے ہے بعض نسخوں میں لا آیا ہے بعض میں نہیں جہاں لا مذکور ہے مراد نفی کی تاکید ہے ضعف کا معنی کثرت عیال مع قلت مال کے ہے۔ وقال صاحب الصحاح الضعف کثرة العیال (جمع ص ۱۵۵) (صاحب صحاح فرماتے ہیں کہ ضعف کا معنی کنبے کا بڑا ہونا) مہمانوں کی کثرت کے موقع پر بھی استعمال ہوتا ہے کہ مہمان کو پیٹ بھر کر کھلایا جائے اور خود بھی اس کے ساتھ آخر تک شریک رہے۔ جیسا کہ دیہاتی نے بھی یہی معنی مراد لیا ہے قال ان یتناول مع الناس لوگوں کے ساتھ مل کر کھانے کو کثرتِ ایدی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ہاتھوں کی کثرت تب ہوگی جب دعوت ہو وقیل معناه اجتماع الایدی و کثرة الاکلین ای لم یا کل وحده ولكن مع الناس (جمع ص ۱۵۵) (اور بعض نے ضعف کا معنی ہاتھوں کا جمع ہونا اور کھانے والوں کی کثرت بھی بتایا ہے۔ یعنی آپ نے اکیلے نہیں کھایا لیکن لوگوں کے ساتھ) فائق میں ہے کہ اس روایت میں ضعف آیا ہے جبکہ بعض دیگر روایات میں ضعف منقول ہے بعض میں شظف ہے الثلاثة فی معنی ضیق المعیشتہ و قلتها و غلظتها (جمع

ص ۱۵۵) (ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ تینوں (ضفف، حفف، شظف) ایک ہی معنی میں مستعمل ہوتے ہیں یعنی تنگی اور کمی معیشت وغیرہ کے لئے) شارحین حدیث نے اس کے مفہوم میں متعدد توجیہات کی ہیں۔

### شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی توجیہ:

ایک توجیہ تو یہ ہے کہ جب کسی جگہ دعوت کی نوبت آتی تو شکم سیر ہو کر تناول فرماتے مگر بعض شارحین حدیث نے اس کی شدت سے تردید فرمائی ہے کہتے ہیں کہ اس قسم کی بات کی نسبت آج بھی معاشرہ میں کسی کی طرف جائے تو عیب بلکہ معیوب تر سخت ناگوار اور بے ادبی سمجھا جاتا ہے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات کی نسبت کیونکر گوارا ہو سکتی ہے مگر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں۔ بندہ ناچیز کے نزدیک اس مطلب میں کوئی مانع نہیں اسلئے کہ اس زمانے میں کسی کی طرف اس امر کی نسبت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے گھر پیٹ بھر کر نہیں کھاتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص بخیل ہے اور اس زمانے میں حضور اقدس ﷺ کی طرف اس کی نسبت کرنے میں اس کا ایہام نہیں ہے اسلئے کہ اس وقت کی تنگی حال سب کو معلوم ہے کہ کئی کئی وقت مسلسل فاقوں کی نوبت آتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ حضور اقدس ﷺ کا جو دو سخا جو کہ ہدیہ میں کہیں سے کچھ آجاتا تھا اصحاب صفہ پر تقسیم کر دیا جاتا تھا ایسی صورت میں پیٹ بھرنے کی نوبت کہاں آ سکتی تھی۔

لیکن بعض شارحین حدیث اس مطلب کو غلط بتاتے ہیں ان کا ارشاد حجت ہے اسلئے اگر یہ مطلب غلط ہو تو اللہ جل شانہ اپنے لطف سے معاف فرماویں اعوذ باللہ ان اقول فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لا یلیق بشانہ (خصائل)

(۲) بعض شارحین حدیث نے یہ توجیہ کی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود دعوت کرتے تھے تو مہمانوں کے ساتھ آخر وقت تک تھوڑا تھوڑا تناول فرماتے تھے جس کو بھرے پیٹ کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے مقصد یہ ہوتا کہ مہمانوں کو کھانے میں تکلف نہ ہو۔

(۳) تیسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ان یتناول مع الناس سے مراد عام ہے یعنی اپنے

گھر میں ہو یا کسی دوسری جگہ ظاہر بات ہے جس اجتماع دعوت میں آپ شریک ہوں اور آپ ہاتھ کھینچ لیتے تو سب کے ہاتھ کھینچ جاتے لہذا آپ شرکاء دعوت کا لحاظ فرماتے اور آخر تک شریک رہتے اسی کو پیٹ بھر کر تناول کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تنبیہ:

شارحین حدیث نے اس کی تصریح کی ہے کہ حدیث میں جہاں جہاں بھی آپ کے پیٹ بھر کر کھانے کا ذکر ہے مراد یہ ہے کہ آپ دو تہائی پیٹ بھر کر کھانا تناول فرماتے تھے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں المراد بالشبع له صلى الله عليه وسلم اكله ملء ثلثي بطنه فانه صلى الله عليه وسلم لم ياكل ملء البطن قط (جمع ص ۱۵۵) (کہ حضور کے بھرے پیٹ سے مراد آپ کا دو تہائی پیٹ بھر کر کھانا مقصود ہے کیونکہ آپ نے بالکل بھرے پیٹ کبھی نہیں کھایا)۔

جیسا کہ آپ کا ارشاد بھی ہے ثلث للطعام وثلث للشراب وثلث للنفس (آپ نے پیٹ کے حصوں کے متعلق فرمایا) کہ کھانے کے لئے ایک تہائی، پینے کے لئے ایک تہائی، اور سانس کیلئے ایک تہائی)۔

القاسم اکیڈمی کی ایک اور عظیم تاریخی پیشکش

معروف سکالر، عظیم داعی، مفسر قرآن، شارح حدیث  
حضرت علامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسنیؒ کے علمی و دینی مکتوبات کا مجموعہ

# کشکولِ معرفت

(مکمل)

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

علم و عمل، دین و دنیا، مسنون و ظائف، مفید کتابوں کا تعارف، مغربی سیاست  
کی مضرت، دینی سیاست کی ضرورت، تصوف و سلوک اور شریعت و طریقت  
کی جامعیت کا دلچسپ مرقع

صفحات : 458 ..... قیمت : -/180 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ  
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین عظیم علمی اور فقہی پیش کش

# اسلامی آدابِ زندگی

تحریر! محمد منصور الزمان صدیقی

پیش لفظ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآنی تعلیمات، احادیثِ نبوی، عبادات، معاملات، اعمال کے فضائل، بلندیِ اخلاق و خصائل، نیت و اطاعتِ رسول، محرمات سے اجتناب، منہیات کی نشان دہی، فرقِ باطلہ کا تعاقب، ردِ بدعات، دعوتِ سنت و اتحادِ امت، خدمتِ انسانیت ..... الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے معمور، مہد سے لحد تک اہم ضروری مسائل و احکام، سلیس اور با محاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلم اور مہسن کتاب، اپنے موضوعات کے تنوع، تفہیم و تسہیل، افادیت اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے ایک لاجواب کتاب۔

صفحات : 938 ..... ریگزین ..... قیمت : 350

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، نوشہرہ



# القاسم اکیڈمی کی ایک تاریخی پیشکش

سوانح شیخ الاسلام

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

☆ سلسلہ نسب! ابتدائی تعلیم! اساتذہ اور دلچسپ واقعات ☆ احترامِ اساتذہ! شیخ الہند سے عشق و محبت اور دورانِ اسارت خدمت و مصاحبت ☆ شیخ الہند کا جانشین ☆ سیرت و کردار! اخلاص و للہیت! جو دو سخا! بے نیازی و استغناء اور جامعیت ☆ اندازِ تدریس! درسِ حدیث سے عشق و انسہاک! طلبہ پر شفقت و محبت! محدثانہ جلالتِ قدر اور بعض درسی افادات ☆ خوفِ خدا! تقویٰ! ایثار و توکل! اعلیٰ اخلاقی اقدار! خدمتِ خلق اور مہمان نوازی ☆ انابت و عبادت! نماز سے محبت اور شوقِ تلاوت ☆ حضور اقدس ﷺ سے عشق و محبت! اطاعت! اتباع سنت اور استقامت ☆ سادگی و بے نفسی! صبر و تحمل! عفو و کرم اور تواضع و خاکساری ☆ احسان و تصوف اور ملوک و معرفت میں عظمتِ مقام! مرجعیت! محبوبیت اور فنائیت ☆ وعظ و خطابت! ارشادات و ملفوظات اور ایمان افروز باتیں ☆ رویائے صالحہ اور کرامات ☆ ذوقِ شعر و ادب اور پسندیدہ اشعار ☆ مکتوبات ☆ لطائف و ظرائف ☆ حضرت مدنیؒ کا سفر آخرت ☆ خوانِ یغما ..... اور اس جیسے دیگر دلچسپ واقعات کا حسین مرقع -

صفحات : 272 ..... قیمت : 120 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ صوبہ سرحد پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم

## کادر با منظر

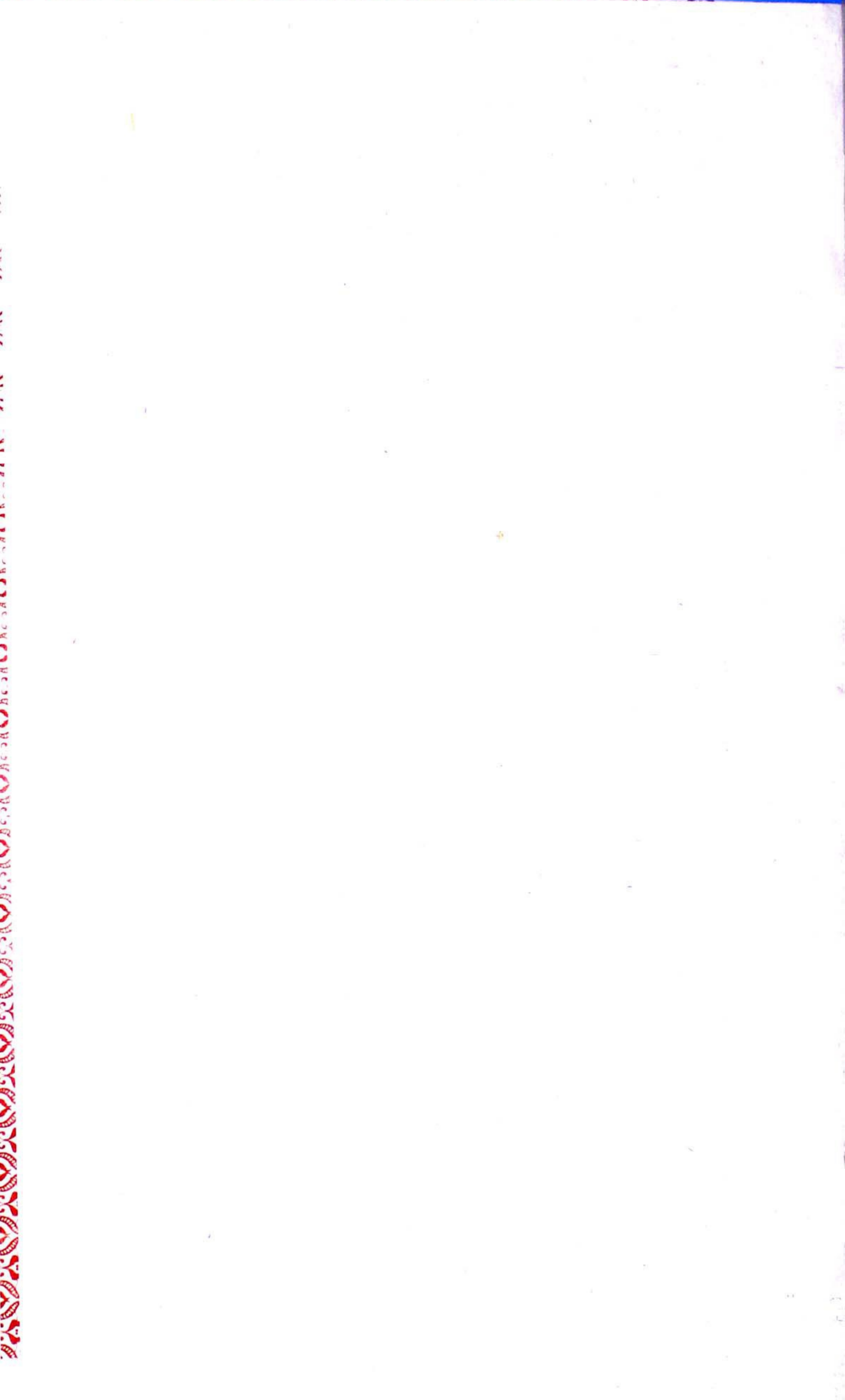
مولانا عبدالقیوم حقانی

محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ جہاں آراء چہرہ انور کی صباحت و ملاحت، جسم اطہر کی خوبصورتی، زلفوں، ناک، دہن، رخسار، کاندھوں، انگلیوں کے پوٹوں، دانتوں، جوڑوں، الغرض تمام اعضاء و اندام کا تناسب و نورانیت، قد و قامت کا اعتدال، نگاہوں کا حسن و جمال، معتدل رفتار، خاندانی تفوق و امتیاز، محبوبیت اور ہیبت و جلال، مہربانیت کا تعارف اور دلچسپ تفصیلات، شامل ترمذی کی (۲۲) احادیث کی مفصل تشریح و توضیح کی روشنی میں جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین و ایمان افروز اور دلربا منظر.....

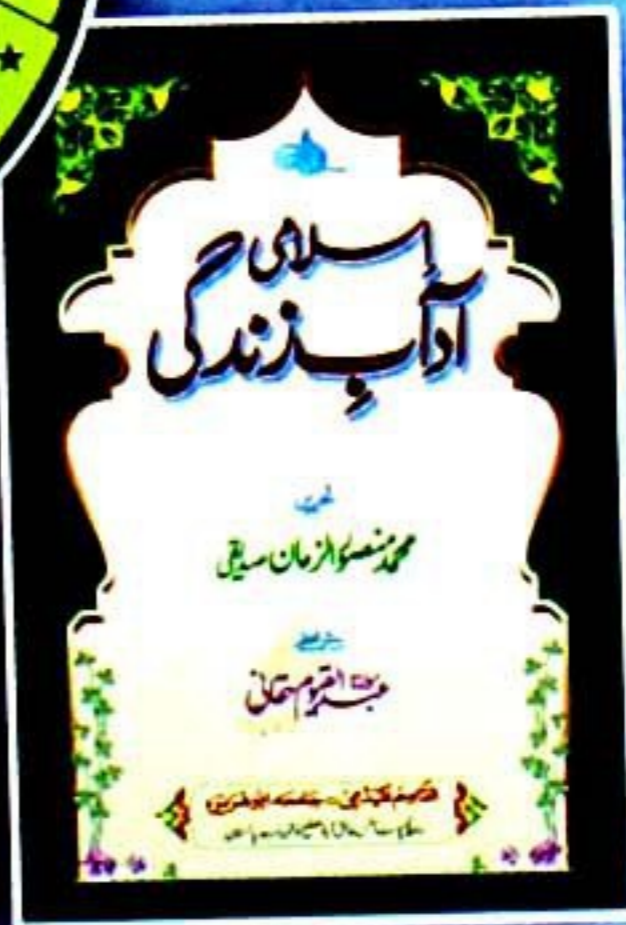
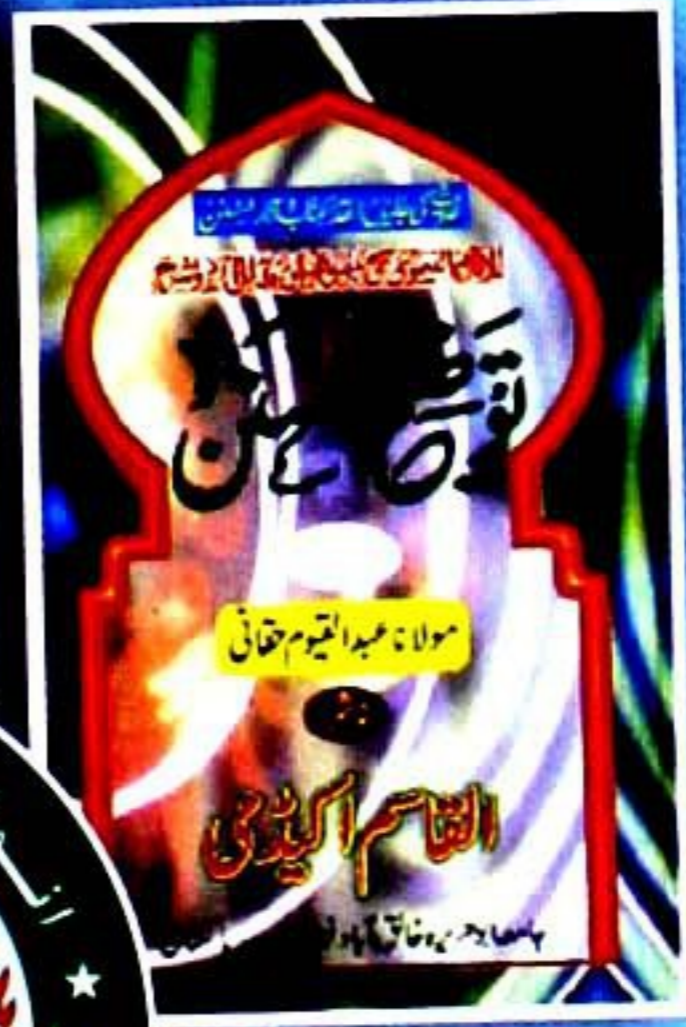
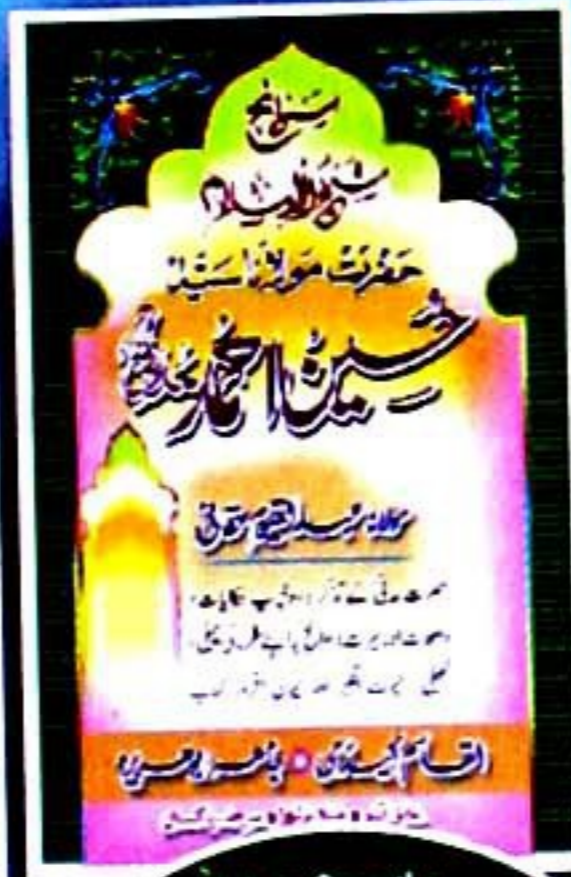
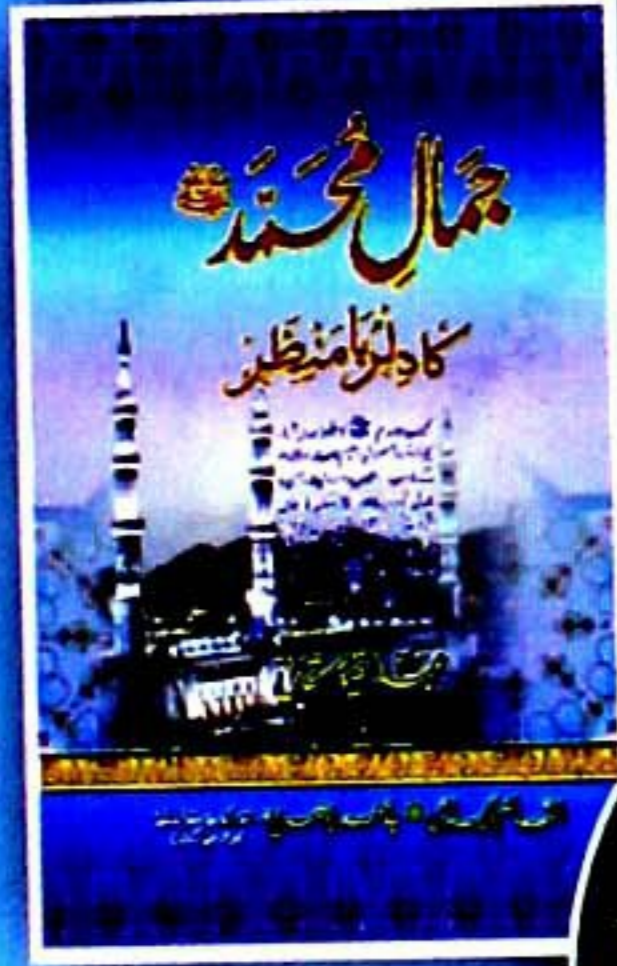
صفحات : 206 ..... قیمت : -/120 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

سرحد پاکستان ..... فون : (0923)630237 فیکس : 630094



# عبدالقیوم حقانی کی تصنیفات



القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوسریہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد - پاکستان